تنبیہ النّاس

علیٰ

شرّ الوسواس الخنّاس

ازقلم حقیقت رقم

حافظ عبدالجبار سلفی

شائع کردہ

ادارہ مظہر التحقیق ۔ کھارک ملتان روڈ ۔ لاہور

تنبیهُ الناس

عَلٰی

شَرِّ الوسواس الخنّاس

ازقلم حقیقت رقم

حافظ عبدالجبار سلفی

شائع کردہ:

ادارہ مظہر التحقیق۔کھاڑک ملتان روڈ۔لاہور۔

کتاب کا نام: تنبیہ الناس علی شرّ الوسواس الخناس
مصنف کا نام: حضرت مولانا الحافظ عبد الجبار سلفی حنفی صاحب
کمپیوٹر کمپوزنگ: محمد عباس خان مہمند
ناشر: ادارہ مظہر التحقیق، کھاڑک ملتان روڈ، لاہور

انتساب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم

مظہرِ شریعت وطریقت، وکیل صحابہؓ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے نام! جن کی نگاہِ فیض نے میرے اندر فتنوں کے تعاقب کا جذبہ پیدا کیا۔

خاکپائے اکابرین دیوبند

عبدالجبار سلفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صریر خامہ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلوة و السلام علىٰ سيد الانبياء والمرسلين ۔ وعلىٰ اله و اصحابه و اهل بيته اجمعين ۔

حمد بیحد اس خدائے حکیم وعلیم وخبیر کو زیبا ہے جس نے انسان ضعیف البُنیان کو اپنی ساری مخلوقات پر شرف عطا فرمایا ہے اور زیور علم و حکمت سے اس کو زینت بخشی ۔ انبیاء علیہم السلام سے سلسلہ ہدایت جاری فرمایا اور فخر موجودات، منبع فیوضات جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر سلسلہ نبوت و رسالت کا اختتام فرمایا اور دین متین کی ترویج کے لئے حضرات صحابہ کرامؓ جیسے مقدس طبقے کا انتخاب فرمایا اور پھر آب وحی میں ڈھلی ہوئی زبان نے "مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي" کا فرمان عالیشان جاری کر کے اہل سنت والجماعت کو نشان نجات عطا فرمایا۔ دنیا میں کوئی تحریک شہرت عام کی فضا میں اس وقت تک پرواز نہیں کر سکتی اور بقائے دوام کی سند اسے نہیں مل سکتی جب تک محرک کے معاون اور مددگار کچھ ایسے لوگ نہ ہوں جنہوں نے حقیقی تحریک کی گہرائیوں تک اپنی نظر عمیق کو نہ پہنچایا ہو اور اس کے تمام پہلوؤں کو اُلٹ پلٹ کر اس کی ہر تہہ میں اپنے ایمان کو اس طرح رچا بسا نہ دیا ہو کہ مخالف ہوا کا زبردست سے زبردست جھونکا بھی اس کی گرفت کو ڈھیلا نہ کر سکے۔ حضور ﷺ کی بعثت ایک ایسی قوم اور معاشرے میں ہوئی جو جہالت کے پہاڑ اپنے سر پر اٹھائے ہوئے تھی۔ جس قوم کے ہر فرد سے کفر و شرک کا پسینہ پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا تھا۔ صدیاں بیت گئیں تھیں کہ علم کی روشنی میں ان کی آنکھیں کھلی ہی نہ تھیں ۔ ایک گھٹا ٹوپ اندھیرے نے ان کو چاروں طرف سے گھیر

رکھا تھا۔ ان کا رشتۂ اخلاص وایمان، معبودِ حقیقی سے قطع ہوکر پتھر کی چھوٹی بڑی مورتیوں سے وابستہ ہوگیا تھا۔ دماغی صلاحیتوں پر اوس پڑ چکی تھی اور جذبات کے شیاطین ان کی زندگیوں پر حاکم بن بیٹھے تھے۔ ایسی نکمی دھات کو سونا بنانا، جہالت کے غاروں میں پھنسے ہوؤں کو علمی اسٹیج مہیا کرنا اور ابلیسی پیکروں میں روحِ ایمانی پھونکنا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ کو آغاز ہی میں ایک ایسے جوانمرد جتھے کی ضرورت محسوس ہوئی جو اسلام کی مقدس تحریک کے بازوؤں میں وہ طاقت بھر دیں کہ ہر محاذ پر کامیابی وکامرانی ان کا مقدر ہو۔ چنانچہ حضور ﷺ کی معاونت کے لئے صحابہ کرامؓ کا اور پھر صحابہ کرامؓ کے مشن کو پھیلانے کے لئے ہر دور میں اللہ کریم نے مخلص رجال کو پیدا فرمایا۔ علماء وفقہاء کا ایک جم غفیر پرچم دین بلند کرتا ہوا میدان میں آیا، جنہوں نے اپنے زہد وتقویٰ کی بنیاد پر علم وفضل کے وہ چراغ جلائے کہ ان کی بلند نظری اور معنی آفرینی کے سامنے حکماو متکلمین کی ذہنی رسائیاں ٹھٹھک کر رہ جاتی ہیں اور نکتہ رس طبیعتوں کو عجز ونارسائی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

اسلافِ امت کے احسانات:

وہ بزرگ ہمارے عظیم ترین شکریے کے مستحق ہیں جو اپنی عمریں ترویج دین اور حمایت دین وملت میں صرف کرتے ہیں۔ علوم معارف، حقائق اور دقائق مدون فرماتے ہیں۔ تحقیق وتدقیق کے آسمانوں پر نجوم ہدایت بن کر چمکتے ہیں اور غوایت وضلالت کی تاریکیوں کو ایمان ویقین کے نور سے زائل کرتے ہیں۔ زمانے کا رخ دیکھ کر مختلف زمانوں میں تالیف وتصانیف کا بارگراں اپنے سر پر اٹھاتے ہیں تاکہ ہدایت کا فائدہ عام وتام ہو اور ایمان کی گراں قیمت جنس کی خریداری مایہ دار وکم مایہ سب پر آسان ہو۔ اللہ تعالیٰ بزرگان اہل سنت والجماعہ کی خدمات جلیلہ کو ان کی بلندی درجات کا ذریعہ بنائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

وجہ تالیف کتاب ہذا:

اکابرین اہل سنت والجماعت سب کے سب اس کعبۂ حقیقت کا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ برزخ میں حیات عطا فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ بھی اپنے روضہ اطہر میں روح مع الجسد کے تشریف فرما ہیں اور اسی تعلق روح کی وجہ آپ ﷺ امت کی جانب سے روضہ اطہر پر پڑھے جانے والے صلوٰۃ وسلام کو سماعت فرماتے ہیں اور جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) میں یہ مسئلہ اتفاقی رہا ہے۔ اور اسی اتفاقی واجماعی مسئلہ پر مشائخ دیوبند مضبوطی سے قائم ودائم رہے۔ تا آنکہ ۱۹۵۸ء میں مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری نے اجماع امت کے ساتھ بے جگری سے ٹکراتے ہوئے اعلان فرمایا کہ ''حضور ﷺ کو قبر اطہر میں حیات حاصل نہیں ہے اور مزید کہ یہ عقیدہ شرکیہ ہے۔ (العیاذ باللہ) علماء اہل سنت نے شاہ صاحب کے اس اختراع کے خلاف آواز بلند کی۔ تحریراً اور تقریراً اس فتنے کا سد باب کیا اور اس ضمن میں علماء اہل سنت کی خدمات سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ منکرین حیات النبی ﷺ کی جانب سے ایک کتاب المسلک المنصور شائع ہوئی۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ اس کا جواب ''تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین'' کے نام سے دیا۔ مماتی جماعت کے مؤلف کی غلط بیانیوں کو طشت از بام کیا گیا۔ اور نہایت مثبت انداز میں مسئلہ حیات النبی ﷺ کو واضح کیا گیا۔ کتاب جہاں جہاں پہنچی اہل علم نے بے حد پسند فرمایا۔ بذریعہ خطوط تحسین وآفرین کی۔ دریں حالات قصرِ مماتیت میں زبردست بھونچال کا آنا یقینی تھا۔ چنانچہ صاحب المسلک المنصور مولوی خضر حیات صاحب نے جواب الجواب میں ایک کتاب ''الفتح المبین'' شائع کی۔ اور یہ کتاب اپنے نام سے نہیں بلکہ کسی اور کے نام سے شائع کروا کر اپنی شکست اور بزدلی کا اعتراف کیا۔ پھر بھی ہمیں خوشی ہوئی کہ فریقین کی کتابوں کا تقابلی مطالعہ عوام کریں گے تو شاید افہام وتفہیم کی راہیں کھلنے میں مدد ملے گی۔ مگر صدافسوس کہ جب الفتح المبین ہمیں موصول ہوئی تو اس میں علم وتحقیق نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ البتہ مؤلف کتاب نے ہر ہر صفحے پر گالیوں کا ایسا ذخیرہ جمع کر دیا ہے کہ اب بے حیاء بے

ضمیر، جگت باز اور سطحی قسم کے لوگوں کو احساس تشنگی نہیں رہے گا۔ ہم ان گالیوں کو جواب دینے سے عاجز و قاصر ہیں۔ الحمدللہ کتاب تعویذ المسلمین جس کے گوہر آبدار علم و ادب کے دامن کو زرنگار بنائے ہوئے ہیں اور اپنی چمک دمک سے جوہر شناسوں کو محوِ حیرت کیئے ہوئے ہیں۔ ارباب علم و دانش دونوں کتابوں کا مطالعہ کر کے کُلُّ اِناءٍ بِمَا یَترَشَّحُ فیه کے تحت خود فیصلہ فرمالیں گے۔ صاحب مکائد نے جو زبان المسلک المنصور میں استعمال کی ہے اس سے کئی گنا بڑھ کر گھٹیا زبان ''الفتح المبین فی کشف مکائد الکاذبین'' میں استعمال کی ہے۔ کتاب میں موجود تمام گالیوں کو ہم بلا تبصرہ یہاں درج کریں گے تاکہ منکرین حیات النبی ﷺ کی اخلاقی حالت کی ایک جھلک سامنے آسکے۔ یقین جانیئے کتاب الفتح المبین مغلطات کا پلندہ ہے اور بس! بودے طرز استدلال، لچر مضامین، رکیک ایرادات، بھونڈے اعتراضات، بے بنیاد اشکالات نیز انتہائی بے ربط اور بھدی عبارات کی وجہ سے درخورِ اعتناء نہ سمجھی گئی۔ لیکن بعد ازاں اکابر علماء کے حکم پر ہمیں اشہب قلم کو جولانی دینا پڑی۔

انشاء اللہ یہ حق کا تازیانۂ عبرت ہے۔ جس کے درد کی شدت سے منکرین کو یوم القرار تک قرار نہ آوے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر گامزن رکھے اور کتاب و سنت کا علم فہم اسلاف کے مطابق نصیب فرمائے۔ آمین۔

سرور و نور، وجد و حال ہوجائے گا سب پیدا
مگر لازم ہے کہ ہو پہلے ترے دل میں طلب پیدا
نہ گھبرا کفر کی ظلمت سے اے نور کے طالب
وہی پیدا کرے گا دن بھی، کی ہے جس نے شب پیدا

خاکپائے اہل سنت والجماعت (اکابر دیوبند)

محمد عبدالجبار سلفی

خطیب جامع مسجد ختم نبوت کھاڑک ملتان روڈ لاہور۔



الفتح المبین پر مولانا عبدالسلام صاحب کی ناپسندیدگی:

کسی بھی کتاب کی علمی حیثیت جاننے کے لئے وقت کے محقق اور بزرگ علماء کرام کی آراء کو دیکھا جاتا ہے۔تعویذ المسلمین کو علماء کرام نے کیسا پایا اس پر ہم صرف چند ایک جھلکیاں دکھائیں گے۔لیکن اس سے قبل منکرین حیات النبی ﷺ کی کتاب ''المسلک المنصور'' پر شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام صاحب کا ایک مکتوب پڑھیں۔ یہ مکتوب المسلک المنصور اور الفتح المبین کے مؤلف مولوی خضر حیات کے نام ہے۔مولوی صاحب نے اپنی کتاب کا نام ''موت کا پیغام غالی مولویوں کے نام'' رکھا تھا، جو بعد میں بدل دیا گیا۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

محترم المقام فاضل عزیز جناب مولانا خضر حیات صاحب زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔آپ کی کتاب ''موت کا پیغام غالی مولویوں کے نام'' چیدہ چیدہ مقامات دیکھے آپ نے بڑی محنت کی ہے۔آپ کی کتاب جس کا ردعمل ہے دلپذیر وہ ہم نے نہ سنی ہے نہ دیکھی ہے۔واللہ اعلم۔اس کا لہجہ کیسا ہے۔اس کتاب کے متعلق چند گزارشات عرض ہیں۔

۱: اس کے انتساب میں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد صابر صاحبؒ کا نام آپ نکال دیں۔

۲: جس قدر مشترک پر ۱۹۶۲ء میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ، شیخ الحدیث مولانا قاضی نور محمدؒ اور مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے بھی دستخط فرمائے اور شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا قاضی شمس الدینؒ نے اس کی تائید فرمائی۔ یہ فیصلہ ہزاروں عوام کے سامنے پیش کیا گیا۔تاکہ عوام کو انتشار سے بچانے کے لیے یہ قدر مشترک بیان کیا جائے۔

۳: دوبارہ یہ فیصلہ ستمبر ۱۹۶۲ء تعلیم القرآن میں اس کے بارے میں یہ وضاحت کی گئی کہ یہ قدر مشترک بحال ہے۔ البتہ حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحبؒ پر پابندی کالعدم ہے۔

۴: اس فیصلہ میں جہاں حضرت شاہ صاحبؒ کو حامی سنت ناشر دیوبندیت کہا گیا وہاں یہ بھی لکھا گیا کہ وہ مؤوّل ہیں گو ان کی تاویل بمقابلہ جمہور اور دستخط کنندان کے نزدیک قبول نہیں ہے آپ نے یہ الفاظ اس کتاب میں ذکر نہیں کئے ہیں۔

۵: اسوقت حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ یہ فرما سکتے تھے کہ المہند پر دستخط کرو لیکن قاری محمد طیبؒ نے اپنے مقام کے مطابق اس پر اصرار نہ فرمایا اور اس قدر مشترک میں فرمایا کہ وفات کے بعد نبی پاک ﷺ کے روحِ مبارک کو برزخ یعنی قبر شریف میں بتعلقِ روح حیات حاصل ہے۔ جس سے وہ عند القبر صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں اس میں انہوں نے وفات اور روح مبارک کا اعلیٰ علیین میں ہونا بیان فرما کر تعلق اور عند القبر سلام کا سننا واضح فرمایا ہے۔

۶: شیخ الحدیث والتفسیر مولانا قاضی شمس الدینؒ اپنی کتاب مسالک العلماء صفحہ نمبر ۲۴۸ پر لکھتے ہیں کہ ہم انبیاء کے اجساد کے ساتھ تعلق کے بھی قائل ہیں۔ جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ ایمان کے لئے یہی کافی ہے کہ انبیاء کی حیات کو تسلیم کیا جائے۔ جس کی کیفیت کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

۷: تفسیر جواہر القرآن میں بھی یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی غیر معلوم الکیفیت تعلق کو مان لے تو وہ قابل ملامت نہیں ہے۔ (جلد اوّل ص ۱۹۴) آپ نے عند القبر کی بحث بھی چھیڑی ہے۔ اس کے متعلق حضرت قاضی شمس الدین صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ہم سماع عند القبر النبی ﷺ کے قائل ہی نہیں بلکہ اسے قرب الی الاجابت سمجھتے ہیں جیسا کہ حضرت گنگوہیؒ نے لکھا ہے لیکن یہ سماع روحانی ہے۔ جیسا کہ حضرت مدنیؒ نے لکھا ہے (مسالک العلماء ص ۲۴۷) حضرت

مدنیؒ نے سماع روحانی لکھا ہے (مکتوبات شیخ الاسلام ص۲۵۳) حضرت شیخ القرآنؒ کی تفسیر جواہر القرآن کے معاون خصوصی حضرت مولانا سجاد بخاریؒ لکھتے ہیں کہ ہم حفظِ اجساد انبیاء کے ساتھ جس طرح کتاب اور سنت اور ارشاداتِ سلف سے معلوم ہوتا ہے اسی طرح سماعِ انبیاء کے بھی قائل ہیں۔ (اقامتہ البرہان ص۲۳۵)

نیز لکھتے ہیں کہ ان عبارتوں سے علامہ ابن قیمؒ کا مسلک روز روشن سے بھی روشن ہے کہ رسول ﷺ کی روح طیبہ اعلیٰ علیین میں ہے اور کسی وقت بھی اس سے جدا نہیں ہوتی۔ اور اس کے باوجود اس کو قبر اور بدن سے اتصال ہے اور جب کوئی زائر آپ ﷺ کی قبر پر سلام کہتا ہے تو روح اعلیٰ علیین میں رہنے کے باوجود اپنی شان انبساط یا سرعتِ انتقال سے اس کا سلام سنتی اور جواب دیتی ہے۔ (ص۱۹۲ ص۸۴ ص ۱۹۵ پر موجود ہے) نیز حضرت سجاد بخاریؒ، حضرت مفتی کفایت اللہؒ کا ایک جواب نقل فرماتے ہیں۔ (الجواب) انبیاءؑ زندہ ہوتے ہیں۔ یعنی ان کو ایک برزخی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ ان کی قبر مطہر کے قریب کھڑے ہو کر ان کو سلام کرنا جائز ہے۔ انبیاء کے سوا اور کسی ولی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں درست نہیں ہے۔

اب آپ ان روحانی سماع عند القبر کے قائلین حضرت قاضی صاحبؒ، حضر سجاد بخاریؒ سے بھی عند القبر کی پیمائش کا سوال کریں گے؟۔

۸: ابھی گجرات ۳۱ دسمبر ۲۰۰۵ء اشاعت التوحید کے اجلاس میں حضرت شیخ الحدیث مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب نے فرمایا کہ جمہور سماع عند القبر کے قائل ہیں اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے والد صاحب اور حضرت قاضی شمس الدین صاحبؒ بھی قائل ہیں۔ اب یہاں عند القبر کی کیا وضاحت ہے؟ رہا عام سماع اموات تو اس کے بارے میں اشاعت التوحید کے علاوہ بزرگوں کے قول یہ ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت

مولانا محمد زکریاؒ لکھتے ہیں کہ ہر وقت تو نہیں سنتے ہاں جب اللہ تعالیٰ سنانا چاہے تو سنتے ہیں۔ (تقریر بخاری ص ۳۷ جلد ۴) حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں کہ البتہ عوام کا ایسا اعتقاد کہ اس کو حاضر ناظر متصرف سمجھے یہ صریح ضلالت ہے اگر اس کی اصلاح بدون انکار کے نہ ہو سکے تو انکار سماع واجب ہے۔ (التکشف)

۹: قبر میں قائلین حیات محققین کامل زندگی اور دنیوی زندگی نہیں مانتے اور انك مَيِّت اور موتیٰ والی تمام آیات کو مانتے ہیں وہ قبر میں جسم میں نوع من الحیات مانتے ہیں جیسے تسکین الصدور ص ۳۸ پر ہے۔ اور وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ تعلق ہونے کے باوجود کوئی دوسرا شخص اس زندگی کو دیکھنا چاہے تو اس کے لئے وہ بالکل محسوس نہیں ہو سکتی ہے۔ اس کو انبیاء کے اجساد مبارکہ ساکن ہی نظر آئیں گے۔ نیز لکھتے ہیں کہ بالفرض قبر مبارک کھل جائے تو لوگ ان کو اس طرح بے حس وحرکت دیکھیں گے۔ (تسکین الصدور) اور حضرت سجاد بخاریؒ بھی لکھتے ہیں کہ اس تعلق اتصال سے بدن میں صفت حیات پیدا نہیں ہوتی۔ (اقامتہ البرہان ص ۱۹۲) اب اس اختلاف میں مولانا سرفراز خان صاحب صفدر تعلق مانتے ہیں اور دیکھنے میں جسم مبارک کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بے حس وحرکت نظر آئے گا۔ اور حضرت سجاد بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس تعلق سے بدن میں صفت حیات پیدا نہیں ہوتی۔

کیا اس نفی اثبات میں کوئی تطبیق ہو سکتی ہے؟

۱۰: آپ نے اس کتاب میں انتہائی محنت اور عرق ریزی کے باوجود لب ولہجہ مقررین والا اختیار کیا ہے آپ جانتے ہیں اللفظ اذا تلفظ فتلاش ۔ اگرچہ آج ٹیپ ریکارڈ نے یہ بات ختم کر دی ہے۔ تحریر میں لب ولہجہ صبر اور مہذبانہ ہونا چاہیئے ۔ کیونکہ تحریر باقی رہتی ہے۔ حیات فی القبر کے اختلاف کو ۱۹۶۲ء میں پانچوں اکابرؒ نے اسی لئے قدر مشترک پر ختم کیا تھا تاکہ یہ نزاع مزید نہ بڑھے۔

۱۱:     میں اور حضرت مولانا محمد صابرؒ دریا میں حضرت شیخ القرآنؒ کی نظر بندی میں زیادہ قریب رہے حضرت شیخ القرآنؒ حضرت شاہ صاحب کے اس مسئلے میں تشدد پر ناراض ہوتے تھے ۱۹۸۰ء میں شیخ القرآنؒ کی وفات کے بعد اشاعت التوحید کا ہر اجلاس سماع موتی کی تکفیر پر جھگڑے کی نذر ہوتا تھا۔ ابھی مارچ ۲۰۰۶ء میں تعلیم القرآن کے اجلاس میں حضرت قاضی عصمت اللہ صاحب نے مزید فرمایا کہ سماع موتی پر تکفیر کا فیصلہ حضرت شاہ صاحب سے علامہ احمد سعید خان نے کرایا ہے۔ جماعت کا فیصلہ ملتان والا ہے۔

۱۲:     ملتان کے فیصلہ میں سماع عبد القبر کو اہل سنت کا عقیدہ بتایا گیا ہے۔ جب یہ عقیدہ بھی اہل سنت کا ہے تو اس میں اشاعت التوحید کے مبلغین تمام اصولی اختلاف کو چھوڑ کر کیوں اتنی توانائیاں آپس میں ضائع کر رہے ہیں۔

۱۳:     آپ کو یہ مشورہ ہے کہ کتاب کا یہ نام جس سے انتہائی غیض و غضب ظاہر ہوتا ہے بدل کر کوئی اور نام رکھ دیں۔ اس طرح بعض مقامات جس کی نشاندہی مولوی محمد ادریس نے اپنے مکتوبات میں کی ہے ان عبارات پر بھی نظر ثانی کر لیں۔ یقیناً دلپذیر کتاب کا لہجہ سخت ہوگا اور آپ کی کتاب اس کا رد عمل ہے۔ لیکن پھر بھی ادفع بالتی ھی احسن پر عمل چاہیے۔ میں پھر کہتا ہوں کاش آپ اتنی محنت اس مسئلے کے بجائے کسی اصولی دشمن کے خلاف کرتے۔

۱۴:     حقیقت کی علامات میں سے ایک العراء علی القرینہ و التوادر الی الفہم ہے۔ قبر پورے قرآن میں اس کا متبادر المفہوم یہ شرعی قبر ہے۔ جیسے وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ اور اگر قبر سے مراد یہی گڑھا داخل نہیں ہے تو وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ سے عدم سماع پر کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ احادیث میں اس قبر کو قبر کہا گیا ہے۔ اور علم عقائد کی کتابوں میں غریق فی الماء طریق کے لئے بھی عذاب قبر مانا گیا ہے۔ تفسیر کے لئے دیکھیں (فیض الباری جلد ا ص ۱۹۵، شامی جلد ۲ ص ۲۸، ہدایہ جلد ۲ ص ۴۸۲، شرح عقائد، الخیالی)

۱۵: تفسیر جواہر القرآن میں لکھا ہے کہ سماع موتی کا مسئلہ تکفیر، تفسیق، تضلیل کا نہیں ہے۔

۱۶: میں پھر آخر میں کہتا ہوں کہ آپ اس کتاب کا انتساب تینوں مرحومینؒ اکابرین کی طرف نہ کریں۔ یعنی حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد حسین نیلویؒ، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد صابرؒ ورنہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد صابر صاحب کا نام حذف کر دیں۔ کیونکہ اس مرد درویش نے زندگی میں کسی کو برا نہیں کہا ہے۔اس لئے اب بھی انہیں کوئی برا نہ کہے۔

مدرسہ کے تمام اساتذہ کرام اور مولانا نور محمد صاحب کو سلام

فقط والسلام!

طالب دعا: عبدالسلام خادم جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو۔

23/05/2006 ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ

خلاصہ مکتوب:

مولانا عبدالسلام صاحب کے خط کا خلاصہ یہ ہے۔

۱: اس کے انتساب سے شیخ الحدیث مولانا محمد صابر صاحبؒ کا نام خارج کر دیں۔ (یعنی کتاب اس قابل قطعاً نہیں کہ ایک عالم دین کی طرف اس کا انتساب کیا جائے)۔

۲: حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ نے جو فیصلہ فرمایا تھا عوام الناس کے سامنے اسی کو بیان کیا جائے۔

۳: ایمان کے لئے یہی کافی ہے کہ انبیاء کی حیات کو تسلیم کیا جائے۔

۴: تحریر میں لب ولہجہ مہذبانہ نہیں ہے۔ (اور اب الفتح المبین میں تو

بالکل بازاری زبان ہے)۔

۵: اشاعت التوحید کا ہر اجلاس سماع موتیٰ کی تکفیر پر جھگڑے کی نذر ہوتا ہے۔

۶: کتاب کے نام میں غیظ وغضب ہے، بدل دیں۔

۷: "وما انت بمسمع من فی القبور" سے عدم سماع پر کیسے استدلال کی جا سکتا ہے۔ احادیث میں اسی قبر کو قبر کہا گیا ہے۔ اور علم عقائد کی کتابوں میں غریق فی الماء طریق کے لئے بھی عذاب قبر مانا گیا ہے۔ وغیرہم۔

قارئین کرام!

المسلک المنصور کے جواب میں ہم نے ''تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین'' لکھی تو پورے ملک سے اہل علم نے بذریعہ خطوط و بالمشافہ خوشی کا اظہار فرمایا۔ ہمارا ارادہ ہے کہ عنقریب ''تائیدی تبصرے'' کے عنوان سے ہم مستقل کتابچہ تحریر کریں گے۔ ''مشتے نمونہ از خروارے'' ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب:

مولانا عبدالجبار سلفی نے اپنی کتاب ''تعویذ المسلمین'' میں اسی مسئلہ (حیات النبی ﷺ) کی دلائل کے ساتھ وضاحت کی ہے چونکہ یہ کتاب ایک صاحب کی تصنیف کے جواب میں ہے اور اسلوب مناظرانہ ہے اس لئے زبان ولہجہ بھی اسی کے موافق ہے الخ

مولانا عبدالرؤف چشتی صاحب:

(اپنے ایک طویل مکتوب میں لکھتے ہیں) ''تعویذ المسلمین'' اگرچہ المسلک المنصور نامی کتاب کے جواب میں لکھی گئی ہے لیکن میں اسے مسئلہ حیات النبی ﷺ کے مقدس عنوان پر بلا مبالغہ ایک عام فہم شاہکار تصنیف قرار دیتے ہوئے مولانا سلفی کو مبارکباد

دیتا ہوں کہ انہوں نے یہ کتاب لکھ کر حضرت قاضی صاحبؒ کے شاگرد ہونے کا حق ادا کر دیا ہے...... تعویذ المسلمین مولانا سلفی کی زبردست تصنیف ہے، قابل مطالعہ، معلومات افزا مواد اور انتہائی دلچسپ کتاب ہے، اس کتاب میں نہ صرف المسلک المنصور کے جوابات دیئے ہیں بلکہ ساتھ ساتھ اپنے مسلک کا زبردست مدلل دفاع بھی کیا ہے الخ

اس کے علاوہ ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ اور ماہنامہ نور بصیرت بہاولپور میں جاندار تبصرے شائع ہوئے۔ اب ہر سلیم الفطرت انسان خود فیصلہ کرے گا کہ المسلک المنصور کی حیثیت کیا ہے اور تعویذ المسلمین کی علمی حیثیت کیا ہے؟ بازاری وسوقیانہ لہجہ کس کا ہے اور ادیبانہ ومہذبانہ کس کا؟ معتزلی مؤلف کی اصل حقیقت تو المسلک المنصور سے ہی واضح تھی بہر حال رہی سہی کسر الفتح المبین سے پوری ہوگئی ہے۔

مولانا عبدالسلام کا رجوع الی الحق:

مدرسہ اشاعت القرآن حضرو ضلع اٹک کے شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام صاحب پہلے اشاعت التوحید والوں کی سرپرستی فرمایا کرتے تھے۔لیکن اب انہوں نے علاقہ چھچھ کے ۸۴ علماء کرام سمیت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ کے ۱۹۶۲ء والے فیصلے کو تسلیم کرلیا ہے۔اور اس سلسلہ میں باقاعدہ رسالہ بھی شائع ہو چکا ہے۔یہ ہے کتاب المسلک المنصور کی مقبولیت کا حشر کہ خود مؤلف کے سابق بزرگ نالاں ہیں۔اور منکرین حیات النبی ﷺ ہیں کہ بغل میں دبا کر ناچتے پھر رہے ہیں کہ ہم نے میدان فتح کر لیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مماتی تہذیب کی ایک جھلک:

۱: تلاش بسیار کے بعد غالیوں کی فریاد تلہ گنگ سے ٹمن، ٹمن سے کہروڑ پکا، کہروڑ پکا سے اوکاڑہ اور اوکاڑہ سے ہوتی ہوئی ہیرامنڈی لاہور کے ایک ہیرو کے کانوں

سے جاٹکرائی۔ جس میں غالی صاحبان کی مطلوبہ صفات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ آخر موصوف کی رہائش لاہور میں ہے اور مشہور ہے کہ لاہور لاہور ہے۔ (الفتح المبین ص ۱۳)

۲: صاحب شرور لاہوری نے ڈھٹائی، ہٹ دھرمی، خرد ماغی، تحریف و تلبیسات، ضد و عناد، تعصب، بددیانتی، قطع و برید میں غالیوں کی ہم جنسی کا پورا ثبوت دیا ہے۔ (ص ۱۳،۱۴)

۳: صاحب شرور الموسوم عبدالجبار سلفی بالکل ہی جاہل نومولود محقق ہے صاحب شرور نے کتاب شرور کے نام سے لے کر اختتام تک اپنی جہالت حماقت اور چھوکرے پن کا خوب اظہار فرمایا ہے۔ (ص ۱۵)

۴: جو کچھ نا قابل ذکر بدتہذیبی اور گالم گلوچ تھے وہ ہم نے ماسٹر اوکاڑوی کی روح کو بطور ایصال عذاب بخش دیئے ہیں۔ (ص ۱۷)

۵: جو بکواس بازی کی گئی ہم تمام بکواس بازی اور گالیاں قاضی مظہر حسین چکوالی کی روح کو بطور عذاب ایصال کرتے ہیں۔

۶: صاحب شرور جیسے مادر پدر آزاد اپنے سینے کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اولیاء اللہ پر تبرا بازی کر کے اور جھوٹ بول کر جاہلوں سے کرایہ وصول کرنے کے چکر میں طوقِ لعنت گلے میں لٹکائے پھرتے ہیں۔ (۳۲)

۷: جناب نومولود لاہوری ہیرا آپ کو ذرہ بھی غیرت نہیں آئی (ص ۳۷)

۸: آپ نے چند ٹکوں پر اپنی جسم فروشی کی ہے۔ (ص ۳۸)

۹: صاحب شرور ''ہیرامنڈی'' کی مٹھائی سمجھ کر ہڑپ کر گیا اور ڈکار تک بھی نہیں لی۔ یہ مجہول النسب صاحب شرور کیا ہانک رہا ہے۔ (ص ۴۲)

۱۰: صاحب شرور کو شاید اپنی بدبختی سے توبہ کی توفیق ہوتی ہو۔ (ص ۴۴)

۱۱: جو بات بھی ہانکتے ہیں گدھے کی لات کی طرح ہوتی ہے۔(۴۶)

۱۲: صاحب شرور نے جھوٹ بولنے میں محرف کہروڑی (یعنی مولانا منیر احمد صاحب) جیسے کذابوں کے کان کتر ڈالے ہیں۔(ص ۴۸)

۱۳: اجہل الناس اور خناس صاحب شرور کی ہٹ دھرمی اور کمینگی کا اندازہ فرمائیں۔(۴۹)

۱۴: سطح زمین پر بڑے بڑے ڈھیٹ اور کذاب بستے ہوں گے لیکن ہم وثوق سے کہتے ہیں کہ صاحب شرور جیسے کذاب اعظم اور ڈھیٹ کی مثال ڈھونڈنا ناممکن ہے۔(۵۰)

۱۵: کاش المسلک المنصور کا جواب دینے سے پہلے حمام میں جا کر اپنی زیارت کر لی ہوتی۔(ص ۵۰)

۱۶: صاحب شرور نے انتہائی بدبودار جھوٹ بولا ہے۔جس کے تعفن سے کذاب ثامنی اور محرف کہروڑی کے ہیضہ سے مرنے کا سخت خطرہ ہے۔(ص ۵۴)

۱۷: آپ قیامت تک مل کر زور لگائیں اور مسٹر اوکاڑوی، پیر کرم الدین کی اولاد مظہر چکوالی کی روح سے استمداد بھی کر لیں۔(ص ۵۷)

۱۸: صاحب شرور اس کے مقرظین و مقدمہ باز جہالت اور ضد میں اتنے بڑھ چکے ہیں کہ ابوجہل سے بھی سبقت لے گئے ہیں۔(ص ۵۸)

۱۹: ماسٹر اوکاڑوی کی روح بھی سقر میں تڑپ اٹھی ہوگی۔(ص ۶۳)

۲۰: آپ کے کرایے کے وکیل مجہول نے اتنا زبردست فراڈ کیا ہے کہ اگر آپ حضرات میں شرم وحیاء کی رتی بھی موجود ہو تو کسی گٹر میں ڈوب کر کوچ فرما جائیں۔ (ص ۶۳)

۲۱: بدتہذیب مادر پدر آزاد صاحب شرور کو شرم کرنی چاہیئے۔(ص ٦۴)

۲۲: صاحب شرور نے اس مقام پر دجل، خباثت اور حرامکاری کا ثبوت دیا ہے۔(ص ۴٦)

۲۳: جس طرح صاحب شرور نے اس مقام پر جنگلی چوہوں والا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔(ص ٦٦)

۲۴: جہاں سے سفید ریش شیخ الحدیث کہروڑی بھاگ گئے وہاں بیچارہ یہ کھلونا ہیری لاہوری چھوکرا کیا جواب دے گا۔(٦۷)

۲۵: صاحب شرور خرد ماغ واقع ہوا ہے۔(ص ٦۹)

۲٦: کہاں بیچارہ پی۔ایچ۔ڈی لندن اخباری ملا (یعنی علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب)(ص ٦۹)

۲۷: صاحب شرور نے بدترین خباثت کرتے ہوئے علامہ سیالکوٹی ؒ کی عبارت کے مفہوم میں اپنی طرف سے الفاظ گھسیڑ کر سبائی ذہنیت کا ثبوت دیا ہے۔ (ص ۷۲)

۲۸: صاحب شرور کو اپنے باپ کی پہچان میں تردّد ہے۔(ص ۷۳)

۲۹: صاحب شرور اپنی کرتوتوں کی وجہ سے جہالت کے ساتھ ساتھ نسیان کا بھی لاعلاج مریض بن چکا ہے۔(ص ۷۴)

۳۰: صاحب شرور نے ذریت ماسٹر اوکاڑوی۔۔۔۔۔۔کی رگڑ کر ناک کاٹ دی ہے۔(ص ۷۷)

۳۱: جناب محمدی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ۔۔۔۔۔۔ایسا دعویٰ کرنے سے کچھ شرم آنی چاہیئے۔اور اگر اپنی شرم نہ ہو تو سلفی صاحب سے مانگ کر گزارہ

کر لیتے۔(ص ۷۷)

۳۲: صاحب شرور صاحب! آپ کا درود منحوس بہت لیٹ ہوا ہے۔۔۔۔ آپ نے اتنا لیٹ جنم لے کر بہت بڑا نقصان کر دیا ہے۔(ص ۷۵)

۳۳: ہمیں تو یقین ہے کہ تمام واہیاتیوں کے روح اور جسم دونوں کو عذاب دیا جائے گا۔(ص ۷۹)

۳۴: دجل، کذب، ڈھٹائی اور بے حیائی کے اگر سینگ ہوتے تو صاحب شرور کم از کم بارہ سنگھا ضرور ہوتا۔(ص ۸۰)

۳۵: ہم نے ڈھیٹ و بے حیاء لوگ دنیا میں بہت دیکھے ہیں لیکن صاحب شرور اور اس کے مقرظین و مقدمہ باز جیسا اور کوئی نہیں دیکھا۔(ص ۸۱)

۳۶: صاحب شرور ہم آپ کی فنکاری اور گلوکاری کو داد دیتے ہیں۔ (ص ۸۲)

۳۷: ماسٹر اوکاڑوی کا پروردہ ٹولہ سرتاپا فسادی، بددیانت، بدخواہ، بدنیت، کم حوصلہ، بزدل اور شرارتی ہے۔(۸۷)

۳۸: صاحب شرور کو ہمدردانہ مشورہ ہے کہ اتنی چھوٹی عمر میں ان دغابازوں سے دور رہیں۔ کیونکہ بعض اوقات بچپن کی غلطیاں جوانی کے لئے لرزش ثابت ہوتی ہیں۔ (ص ۹۰)

۳۹: تمام حوارین ماسٹر اوکاڑوی سے گذارش ہے کہ سر میں مٹی ڈال کر اور ماتمی لباس پہن کر اور صاحب شرور کو دُلدُل بنا کر سینہ کوبی کرتے ہوئے حضرت اوکاڑوی کی قبر پر نورات کے لئے تشریف لے جائیں۔(ص ۹۵)

۴۰: شاید آپ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اہل سنت وہی لوگ ہیں جو مظہری

ٹانگے پر بیٹھنے والے ہیں۔(ص ۱۰۰)

۴۱: صاحب شرور یہ باور کرانے پر تلا ہوا ہے کہ اہل سنت والجماعت صرف وہی چند گنجیاں ہیں جو ماسٹر اوکاڑوی کے ٹانگے پر سوار ہونیوالی ہیں۔(ص ۱۰۴)

۴۲: صاحب شرور دیگر غالی واہیاتیوں کی طرح خوف خدا، فکر آخرت اور مخلوق خدا سے شرم میں بالکل بے نیاز ہو چکا ہے اور ٹھیکہ لیا ہے مخلوق خدا کو دھوکہ دے کر اور ان کی راہ مار کر اپنے ظالم تنور میں ایندھن ڈالنا ہے۔(ص ۱۰۷)

۴۳: ماسٹر اوکاڑوی کے تمام چیلے دغا بازی، فریب اور تحریف میں ایسے ماسٹر ہیں کہ شیطنت بھی سر پیٹ کر رہ جائے۔(ص ۱۰۷)

۴۴: ہم اعتراف کرتے ہیں کہ تمام کذابوں، فراڈیوں اور ڈھیٹوں میں صاحبِ شرور کا نمبر اول ہے۔(ص ۱۰۹)

۴۵: صاحب شرور کے داداجی مرزا غلام احمد قادیانی الخ (ص ۱۱۲)

۴۶: اگر عبداللہ بن ابی جیسا کٹر منافق اور عبداللہ بن سبا جیسا تقیہ باز یہودی بھی زندہ ہوتے تو اپنے روحانی بیٹے صاحب شرور کو چوم لیتے۔(ص ۱۱۲)

۴۷: مولوی عبدالحق خان بشیر پرلے درجے کے کذاب آدمی ہیں۔
(ص ۱۱۵)

۴۸: صاحب شرور نے انتہائی بے حیائی اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مولانا سرفراز خان صفدر صاحب اور ماسٹر اوکاڑوی کے حوالہ جات ہڑپ کر گئے اور سیاہ بخت اپنا نامہ اعمال مزید سیاہ کرتے ہوئے قاضی صاحب موصوف کے قیاس فاسد اور استدلال مردود کی حمایت میں سینہ تان کر کھڑے ہو گئے۔ تف ہے اس ذہنیت خبیثہ پر۔
(ص ۱۳۴)

۴۹: یزید جتنا بڑا فاسق اور فاجر بھی ہو، صاحب شرور لاہوری اور۔۔۔۔۔ ماسٹر اوکاڑوی وغیرہ سے لاکھ درجہ بہتر ہے۔ (ص ۱۴۲)

۵۰: ہماری قسمت میں خدمت دین آئی اور صاحب شرور کی قسمت میں بھونکنا لکھ دیا۔ (ص ۱۴۵)

۵۱: صاحب شرور نے بڑی شریروں سے کرایہ وصول کر کے عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ (ص ۱۵۸)

۵۲: کاش کہ صاحبِ شرور جاہلانہ چیلنج کر کے ذریت اوکاڑوی کا منہ کالا نہ کرتا۔ (ص ۱۵۹)

۵۳: صاحبِ شرور میں اگر ذرہ بھر غیرت ہو تو بکواس بازی کذب بیانی، بہتان تراشی سے توبہ کر کے امت مرحومہ پر رحم فرمائیں۔ (ص ۱۶۱)

۵۴: یہ تو ہے اس حضرت کا حال جو بے وقوف، مچھندر، بے حجامتا المسلک المنصور کا جواب لکھنے بیٹھ گیا۔ (ص ۱۶۲)

۵۵: صاحبِ شرور نے بکواس بازی کر کے مورچہ فتح کرنے کی ناکام کوشش کی۔ (ص ۱۶۴)

۵۶: صاحبِ شرور کچھ شرم فرمایئے اور ایسے فراڈ کرنے سے باز رہیں۔ (ص ۲۰۰)

۵۷: صاحب مقدمہ (مولانا اسماعیل محمدی) کو کم از کم شرم آنی چاہیئے اور یوں بے تکے جھوٹ نہیں ہانکنے چاہئیں۔ (ص ۲۱۴)

۵۸: آپ کے رافضیانہ پن سے اکابرین امت میں کوئی محفوظ نہیں۔ (۲۱۵)

۵۹:	مقدمہ باز محمدی نے اپنی جہالت، بدبختی اور خباثت کی حد کرتے ہوئے اپنی یہودیت کا ثبوت دیتے ہوئے الخ (ص ۲۱۶)

فیصلہ عوام کی عدالت میں:

ارباب علم ودانش!

آپ نہ صرف ہماری کتاب تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین بلکہ جملہ لٹریچر کو سامنے رکھیں اور پھر مماتی ہزلیات پر مشتمل کتاب الفتح المبین پڑھ کر دیکھیں اور پھر فیصلہ صادر فرمائیں کہ دلائل و براہین پر یقین کون رکھتا ہے اور بازاری و بےہودہ زبان کس کا شیوہ ہے؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صاحب مکائد کا پہلا اور بڑا دھوکہ:

صاحب مکائد مولوی خضر حیات نے اپنے جس شاگرد ناہنجار کے نام سے کتاب لکھی ہے اس کا مکمل نام ٹائیٹل پر یوں دیا گیا ہے ''حافظ احمد عبداللہ سنی حنفی دیوبندی حسینی''

صاحب مکائد سُنی نہیں:

اس لئے کہ اہل السنّت والجماعت کے مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک عالم کی کتاب کا حوالہ پیش نہیں کیا جاسکتا جو حیات النبی ﷺ کا قائل نہ ہو اور صاحب مکائد کی طرح منکر ہو۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثانی مدظلہم فرماتے ہیں ''وبالجملته فان هذه الاحاديث مع حديث الباب تدل على كان الانبياء احياء بعد وفاتهم وهو من عقائد جمهور اهل السنته والجماعته '' (تکملہ فتح الملہم جلد۵ ص ۳۰)

ترجمہ! قصہ مختصر مذکورہ بالا حدیثیں مع حدیث الباب کے دلالت کرتی ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد زندہ ہوتے ہیں اور یہ بات اہل سنت والجماعت کے عقائد میں

سے ہے۔لہٰذا صاحب مکائد کا خود کو یا کسی بھی مماتی کا خود کو سنی کہلوانا نرادھوکہ ہے۔

صاحب مکائد حنفی نہیں ہے:

فقہاء وعلماء احناف میں سے کسی ایک کا عقیدہ یہ ہو کہ بعد از وفات حضرات انبیاء علیہم السلام کو برزخ میں روح مع الجسد کے حیات حاصل نہیں ہوتی اور حضور علیہ السلام روضۂ اطہر پر پڑھے جانیوالے صلوٰۃ وسلام کو سماعت نہیں کرتے۔تو حوالہ پیش کیا جائے۔اگر پیش نہیں کیا جاسکتا اور یقیناً نہیں کیا جاسکتا تو صاحب مکائد یا دیگر مماتیوں کا خود کو حنفی کہلوانا بھی دھوکہ ہے۔

صاحب مکائد دیوبندی بھی نہیں ہے:

اکابرین دیوبند میں کسی ایک عالم کا حوالہ مماتی اپنے عقیدے کے اثبات پر بطور دلیل پیش کرنا چاہیں تو قیامت تک نہیں کر سکتے۔ بلکہ دارالعلوم دیوبند سے تو ان سے لاتعلقی کے کئی فتاوٰی جاری ہو چکے ہیں۔اور پاکستان کے علماء دیوبند نے مسئلہ حیات النبی ﷺ کے اثبات میں اور مماتیوں کی تردید میں کئی کتب لکھ کر ان کا ناطقہ بند کیا ہے۔لہٰذا صاحب مکائد کا خود کو دیوبندی کہلوانا سینہ زوری اور بددیانتی کی بدترین مثال ہے۔

صاحب مکائد حسینی نہیں ہے:

مماتی جماعت کے لوگ یزید پلید کی تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملاتے ہیں اور امام عالی مقام سیدنا حسینؓ کی شان گھٹاتے ہیں۔مولوی عطاء اللہ بندیالوی کی ''واقعہ کربلا کا پس منظر'' اور نیلوی شاہ صاحب کی ''شہداء ومظلوم کربلا'' کتابیں آج بھی گواہ ہیں۔لہٰذا صاحب مکائد کا خود کو حسینی کہنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی بدزبان شیعہ اپنے نام کے ساتھ صدیقی، فاروقی یا عثمانی لکھے۔لہٰذا صاحب مکائد کا خود کو حسینی کہلوانا بھی بہت بڑا دجل

اور جھوٹ ہے۔

صاحب مکائد کو کیا مجبوری پیش آئی:

ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تعویذ المسلمین میں ٹھوس دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ مماتی نہ سنی ہیں نہ حنفی، نہ دیوبندی ہیں اور نہ حسینی۔ اب یہ اپنے دامن سے داغ دھبے صاف کرنے کے لئے دہائیاں دے رہے ہیں کہ دیکھو لوگو ہم، سنی ہیں، حنفی ہیں، دیوبندی ہیں اور حسینی ہیں۔ لیکن اس واویلے سے اب قوم تمہاری تلبیسات کا شکار بالکل نہیں ہوگی۔

صاحب مکائد کی ہرزہ سرائی:

صاحب مکائد رقمطراز ہیں۔

بہر حال غالی صاحبان اپنی درد بھری آہیں اور سسکیاں اور دکھ بھری فریادیں لے کر مارے مارے اس تلاش میں پھرتے رہے کہ ہائے کاش! کوئی ہمارے جیسا شرم و حیا سے عاری دین و مذہب کا بیوپاری، خوفِ خدا سے بے نیاز، جھوٹ فریب و فراڈ میں نڈر، تحریف و تلبیسات میں بیباک، غیرت حق سے محروم، بددیانتی وقطع و برید میں ماہر، مذہبی بہروپیا ہوتا جو قرآن و سنت کے دلائل و براہین کے مقابلہ میں سینہ تان کر کھڑا ہو جاتا اور کچھ نہ کچھ کسی طرح اوراق سیاہ کر دیتا تا کہ ہم عوام کو دھوکہ دے سکتے کہ لو جی! ہم نے دلائل قرآن و سنت پر مشتمل کتاب المسلک المنصور کا جواب لکھوا مارا ہے۔ آخر کار تلاش بسیار کے بعد غالیوں کی یہ فریاد تلہ گنگ سے ٹمن، ٹمن سے کھوڑ پکا، کھوڑ پکا سے اوکاڑہ اور اوکاڑہ سے ہوتی ہوئی ہیرا منڈی لاہور کے ایک ہیرو کے کانوں سے جا ٹکرائی۔ جس میں غالی صاحبان کی مطلوبہ صفات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ آخر موصوف کی رہائش لاہور میں ہے اور مشہور ہے کہ لاہور لاہور ہے۔ الخ۔

نیز صاحب مکائد اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۵ پر لکھتے ہیں ''صاحب شرور الموسوم عبدالجبار سلفی بالکل ہی جاہل و مجہول محقق ہے۔جس کی علمی پوزیشن کذاب ثانی کے برابر معلوم ہوتی ہے۔صاحب شرور نے کتاب شرور کے نام سے لے اختتام تک اپنی جہالت حماقت اور چھوکرے پن کا خوب اظہار کیا ہے۔رسلیہ شرور میں جی بھر کر اپنی بازاری زبان اور گالیاں بک بک کر اپنے نسب کو مشکوک ٹھہرایا ہے۔

الجواب بعون اللہ الوہاب :

صاحب مکائد نے لاہور کے اس مخصوص مقام کا نام لیا ہے جس کو ایک شریف اور مہذب آدمی زبان پر لانا تو کجا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ پھر تعجب ہے کہ صاحب مکائد کو لاہور میں امام الاولیاء مولانا احمد علی لاہوریؒ، حضرت علی بخش ہجویریؒ سمیت اولیاء کرام کے مراکز، دینی مدارس اور صوفیائے کرام کی پر رونق اور روح پرور محافل تو نظر نہ آئیں۔نظر وہاں پڑی جہاں رات دن شیطنت دندناتی ہے۔ جہاں سر عام خدا کے غضب کو دعوت دی جاتی ہے۔صاحب مکائد کو سوائے اس کے لاہور میں اور کچھ نظر نہ آیا۔مثل مشہور ہے گندی مکھی گند پر ہی بیٹھتی ہے۔

دراصل صاحب مکائد تعویذ المسلمین میں اپنے لایعنی بزعم خود دلائل کے پرخچے اڑتے دیکھ کر حواس باختہ ہو گئے ہیں اس لئے واہی تباہی (اول،فول) بکنے پر مجبور ہیں۔
ثانیاً۔صاحب مکائد کا یہ کہنا کہ ''ہم نے تعویذ المسلمین میں بازاری زبان استعمال کی ہے'' اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ قریب ہے آسمان کا شامیانہ پھٹ پڑے اور فرش زمین پانی میں دھنس جائے۔ایسے پاجیانہ فقرے کس کر اہل حق کے دلائل کا بوجھ ہلکا نہیں ہوگا۔

باقی مشکوک نسب کس کا ٹھہرا؟ یہ تو ملتان کی دھرتی گواہ ہے جب جامعہ خیر المدارس کے سالانہ جلسے میں سید عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب کی موجودگی میں اکابر دیوبند

کی بھری جماعت نے مماتیوں کے نسب کو مشکوک قرار دیا۔ اور جیسے ابوجہل نے سیدنا صدیق اکبرؓ کی بیٹی کے چہرے پر تھپڑ مارا تھا ایسے ہی شاہ صاحب نے مجاہد ختم نبوت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے منہ پر تھپڑ مار کر خود کو ہیرو قرار دیا تھا۔

قارئین کرام! یہ بھی نیرنگی روزگار کا شاہکار ہے کہ گدا بھی شاہوں کے سامنے اپنی بڑائی کی بڑھ ہانکتے ہیں۔

صاحب مکائد کی حماقت یا صاحب تعویذ المسلمین کی؟:

صاحب مکائد لکھتے ہیں ''المسلک المنصور ص ۵۱، ۵۲ پر سورۂ زمر کی آیت اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ موتھا الخ پیش کی گئی اور تین طرح استدلال کیا گیا ہے کہ جس پر موت آجائے قیامت تک اس کی روح بدن میں واپس نہیں آسکتی۔ اس پر بیس اکابر مفسرین اہل سنت کے حوالہ جات ذکر کئے گئے ہیں۔ لیکن صاحب شرور نے کسی ایک حوالہ کا جواب ذکر نہیں کیا اور نہ ہی کسی استدلال کا جواب دینے کی جرأت کر سکا البتہ اپنی جہالت کا ثبوت دینے کے لئے مردے کو نیند والے پر قیاس کر کے اپنے بقول حماقت کا ثبوت دیا ہے۔ الخ۔

الجواب و باللہ التوفیق للصواب :

''تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین کے صفحہ نمبر ۴۹ سے لے کر ص ۵۲ تک اس آیت کے متعلق بحث موجود ہے۔ مگر صاحب مکائد پر تعویذ المسلمین کا ایسا بھوت سوار ہے کہ انہیں یہ بحث نظر ہی نہیں آئی اور اگر آئی ہے تو اس میں صرف حماقتیں اور جہالتیں نظر آئی ہیں۔ ہم نے تعویذ المسلمین میں آیت ''اللّٰہ یتوفی الانفس '' پر بحث کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس آیت میں روح کا بدن کی طرف نہ آنے پر استدلال معتزلہ کا ہے اہل سنت والجماعت میں سے کسی کا نہیں۔ اس پر صاحب مکائد ہم سے خاصے خفا ہوئے چنانچہ لکھتے ہیں ''تو ان بیس مفسرین کے بارے میں کیا فتویٰ ہوگا جن کے حوالہ جات المسلک المنصور

میں اس آیت سے استدلال کے ضمن میں موجود ہیں۔ کیا آپ کے اس نسوانی فتویٰ کے مطابق سب کے سب مفسرین معتزلہ کے نقش قدم پر تھے۔بلفظہ (الفتح المبین ص ۱۰۰)

جناب من! بیس مفسرین میں سے کوئی ایک بھی آپ کا ہمنوا نہیں ہے۔اگر چہ اس پر بحث قبل ازیں تعویذ المسلمین میں ہو چکی ہے۔لیکن تا حال صاحب مکائد کے پیٹ میں کھجلی باقی ہے۔اس لئے ہم اس پر قدرے مزید روشنی ڈالتے ہیں۔ پہلے آیت اور ترجمہ ملاحظہ ہو۔

اَللّٰہُ یَتَو فَّی الاَ نفُسَ حِینَ مَوتِهَا وَالَّذِی لَم تَمُتُ فِی مَنَامِهَا فَیُمسِکُ الَّتِی قَضٰی عَلَیهَا المَوتَ وَیُرسِلُ الاُخرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُسَمًّی ۔ الی آخرہ

(سورۃ الزمر پارہ ۲۴ آیت نمبر ۴۲)

ترجمہ: اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو اُن کے مرنے کا، اور جو نہیں مریں اُن کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں، پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھہرا دیا ہے۔اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وعدہ مقررہ تک۔(ترجمہ شیخ الہندؒ)

قارئین کرام! یہ آیت بتا رہی ہے کہ دو اوقات میں روح قبض ہو جاتی ہے۔(۱) بوقت موت (۲) بوقت نیند۔نیند کے وقت روح جسم سے باہر رہتی ہے، اندر نہیں، تاہم روح کا تعلق جسم کے ساتھ رہتا ہے اب رہا یہ سوال کہ نیند میں روح ہوتی کہاں ہے؟ اس آیت میں اس کا کوئی ذکر نہیں اور موت کے بعد روح کہاں ہے؟ اس کا جواب بھی اس آیت میں نہیں ہے۔ فقط اتنا تذکرہ ہے کہ موت کے وقت روح نکل جاتی ہے۔جس طرح قرآن مجید کی آیت "اقیمو الصلوۃ" میں نماز کا ذکر ہے، تعداد رکعت کا ذکر نہیں۔رکعتوں کا ذکر ہم حدیث رسول ﷺ سے لیتے ہیں۔تو نیند میں روح کہاں جاتی ہے اس کا ذکر بھی حدیث سے دریافت کرتے ہیں۔

احادیث میں مختلف مقامات کا ذکر ہے چونکہ روح ایک جگہ قید نہیں رہتی ۔ روایات میں آتا ہے کہ مومن کی روح کو عرش کے نیچے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اب جسم فرش پر ہے اور روح عرش کے نیچے سجدہ کر رہی ہے اور درمیان میں فاصلہ کتنا ہے؟ اتنے طویل فاصلے سے روح کا جسم سے تعلق ہوتا ہے۔ اگر ہم سوئے ہوئے کو بیدار کریں تو روح لوٹنے میں ایام یا گھنٹے نہیں لگتے بلکہ ایک سیکنڈ میں روح لوٹ آتی ہے۔ بات تو صرف اتنی ہے کہ امساک کا تعلق اُسی جہان سے ہے جس جہان سے ارسال کا تعلق ہے۔ نیند کے بعد روح اسی دنیا میں واپس آتی ہے اور موت کے بعد روح واپس اس دنیا میں نہیں آتی ۔ یہاں سے یہ استدلال کرنا کہ قبر میں اعادۂ روح نہیں ہوتا، نری اختراع ہے اور مماتیوں کا فریب ہے۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ روح قبر میں آتی ہے۔

اعادۂ روح:

مفتیٔ اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اپنی شہرہ آفاق تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں ”مرنے اور دفن ہونے کے بعد قبر میں انسان کا دوبارہ زندہ ہوکر فرشتوں کے سوالات کا جواب دینا پھر اس امتحان میں کامیابی اور ناکامی پر ثواب یا عذاب کا ہونا قرآن مجید کی تقریباً دس آیات میں اشارۃً اور رسول کریم ﷺ کی ستر احادیث متواترہ میں بڑی صراحت و وضاحت کے ساتھ مذکور ہے۔ جس میں مسلمان کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں ۔ رہے وہ عامیانہ شبہات کہ دنیا میں دیکھنے والوں کو یہ عذاب وثواب نظر نہیں آتے سو اس کے تفصیلی جوابات کی تو یہاں گنجائش نہیں۔ اجمالاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ کسی چیز کا نظر نہ آنا اس کے موجود نہ ہونے کی دلیل نہیں ہوتی ۔ جنات اور فرشتے بھی کسی کو نظر نہیں آتے مگر موجود ہیں، ہوا نظر نہیں آتی مگر موجود ہے۔ الخ (تفسیر معارف القرآن جلد پنجم ص ۲۴۸)

آیت یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْآخِرَةِ کے

تحت بخاری شریف میں ہے۔

ان النبی ﷺ اذا سُئل فی القبر یشهد ان لآ الٰه و ان محمد رسول الله فذلك قوله یثبت الله الذین الخ (بخاری جلد۲ص ۶۸۲)

اور اسی قسم کی روایت بخاری جلد۲ص ۱۸۳ پر بھی ہے۔ مشکوٰۃ شریف ص ۲۴ پر ہے ''نَزَلَتْ فی عذاب القبر ''۔ جلالین ص ۲۰۸ پر ہے ''اي فی القبر لما یسئلهم الملکان ''۔ مظاہر حق جلد ا ص ۱۸۱ میں ہے ''عالم برزخ میں جب قبر کے اندر ان سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ ٹھیک ٹھیک جواب دیتے ہیں''۔ تفسیر کشف الرحمٰن جلد ا ص ۴۱۳ میں ہے ''کلمۂ توحید کی برکت سے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دنیا میں ثبات عطا کرتا ہے اور قبر میں بھی''۔ خزائن العرفان ص ۳۱۱ میں مولوی نعیم الدین مراد آبادی نے لکھا ہے ''یعنی قبر میں کہ اول منازل آخرت ہے''۔ حتی کہ موجودہ دور کے مشہور شیعہ عالم طالب جوہری رقمطراز ہیں ''عالم برزخ میں انسان زندہ رہتا ہے''۔ (تفسیر احسن الحدیث جلد۲ص ۲۷۳) اور مولانا سید نیلوی شاہ صاحب نے بھی اعتراف کیا ہے ''تمام اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ قبر یعنی عالم برزخ میں میت کی طرف حیات اور زندگی واپس آجاتی ہے''۔ (ندائے حق جلد ا ص ۱۸۴)

فقہ اکبر کی عبارت میں ابہام نہیں:

ہم نے اپنی کتاب تعویذ المسلمین میں کہا تھا کہ منکرین جو فقہ اکبر کو امام ابوحنیفہؒ کی تصنیف نہیں مانتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ الفقہ الاکبر میں یہ عبارت ہے ''اعادۃ الروح الی الجسدہ فی قبرہ حق ''یعنی قبر میں روح کا جسم کی طرف لوٹایا جانا برحق ہے''۔ اس پر صاحب مکائد یوں حاشیہ آرائی کرتے ہیں ''عرض ہے کہ صاحب شرور کا یہ نرا احمقانہ اور ابلیسی واویلا ہے کیونکہ اگر بفرض غلط فقہ اکبر کو امام صاحبؒ کی کتاب تسلیم بھی کرلیا جائے تو صاحب شرور کو یہ عبارت قطعاً مفید نہیں ہے۔ اس عبارت میں ''اعادۃ الروح والجسد ''

والا جملہ مبہم ہے۔ اس سے اعادہ کامل مراد ہے یا ناقص؟ اور قبر سے مراد عرفی ہے یا شرعی؟ وغیرہ وغیرہ الخ (الفتح المبین ص ۱۰۵)

الجواب واللہ المعین علی الصواب :

" اعادۃ الروح الی الجسد " کو مبہم قرار دے کر صاحب مکائد میدان سے بھاگنا چاہتے ہیں۔ صاحب مکائد کو جو ابہام نظر آیا وہ یہ کہ یہاں اعادہ کامل مراد ہے یا ناقص؟ اور قبر سے مراد قبر عرفی ہے یا قبر شرعی؟ اس کا جواب تو ہم آگے چل کر ذکر کریں گے۔ سرِ دست وکیل احناف ملا علی قاریؒ (متوفی ۱۰۱۴ھ) کا ''اعادہ روح'' کے متعلق ارشاد ملاحظہ ہو۔

" واعادة الروح ای ردّها او تعلقها الی العبد ای جسده بجمیع اجزائه او ببعضها مجمتعته او متفرقة فی قبره حق " (شرح فقہ اکبر ص ۱۲۰)

ترجمہ: اور اعادۂ روح یعنی مکمل طور پر اس کا رد کرنا یا تعلق انسان کے جسم کی طرف تمام اجزاء بدن میں یا بعض میں، عام اس سے کہ اجزاء مجتمع ہوں یا بکھرے ہوئے، (روح کا لوٹنا) قبر میں حق ہے۔

اور مزید لکھتے ہیں ''واعلم ان اهل الحق اتفقوا علیٰ ان الله یخلق فی المیت نوع حیوة فی القبر الخ ''۔ جان لے کہ اہل حق اس پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ میت میں ایک قسم کی حیات پیدا کرتے ہیں۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ مماتیوں کے ادلّہ اتنے کمزور ہیں کہ خانۂ عنکبوت بھی ان سے زیادہ طاقت رکھتا ہے۔ پوری امت کے اتفاقی مسائل کے سامنے کم سوادی کا مظاہرہ کرنا مماتیوں کی کھلی نادانی ہے۔ باقی صاحبِ مکائد کا یہ کہنا کہ روح کا اعادہ کامل ہوتا ہے یا ناقص؟ سو اس کا جواب بھی ملا علی القاری حنفیؒ سے لیتے ہیں۔ آپؒ نے شرح فقہ اکبر

میں لکھا ہے کہ" والمنقول عن ابی حنیفته التوقف "امام ابوحنیفہؒ سے یہاں توقف منقول ہے۔امام صاحبؒ کا توقف اس میں ہے کہ آیا روح پورے بدن میں آتی ہے یا بعض حصہ میں؟ چنانچہ ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں "ولعل توقف الامام فی ان الاعادة متعلق بجزء البدن "حضرت امام صاحبؒ کا جو توقف منقول ہے وہ اس میں نہیں کہ قبر میں میت کو زندگی ملتی ہے یا نہیں؟ وہ اس میں ہے کہ حیات پورے بدن میں لوٹائی جاتی ہے یا بعض میں؟ پھر یوں جواب ارشاد فرماتے ہیں "تعاد روحه فی جسده ظاهرالحدیث ان عود الروح الی جمیع اجزاء البدن فلاالتفات الی قول البعض بان العود انما یکون الی البعض "الخ (مرقات شرح مشکوۃ جلد اص ۱۹۸)

ترجمہ: میت کی روح اس کے جسد کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔اس حدیث کا ظاہر یہی ہے کہ یہ عودِ روح جمیع اجزائے بدن کی طرف ہوتا ہے۔سوان چند لوگوں کی بات کی طرف دھیان نہ کیا جائے۔جو روح کا بعض بدن کی طرف لوٹنا مانتے ہیں۔

(بحوالہ مدارک الاذکیاء ص ۱۸۶)

روح کا بدن میں کامل لوٹنا:

ملا علی قاریؒ مزید فرماتے ہیں "حتیٰ یرجعه اللّٰه فی جسده ای یرد الیه کاملاً فی بدنه "الخ۔(مرقات جلد ۴ ص ۲۵)

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کی روح اس کے جسد میں پھر سے لے آئے اس سے مراد روح کا کامل طور پر بدن میں لوٹنا ہے۔

صاحب مکائد اور دیگر مماتیوں کو اب تسلی ہو جانی چاہیئے۔مگر ضد اور عناد کی پٹیاں دل و دماغ سے اتار کر۔اسلاف نے وضاحت فرمادی ہے کہ روح کا لوٹنا ناقص نہیں بلکہ کامل ہوتا ہے۔یہ اسی اشکال کا جواب ہے جو صاحب مکائد کے پیٹ میں انگڑائی لے رہا

تھا۔ باقی حیات حسی سے مراد اگر آپ یہ لے رہے ہیں کہ دنیاوی زندگی کی طرح جسم نشو ونما پاتا ہے یا عبادت کا مکلّف ہوتا ہے تو یہ بالکل غلط ہے۔ مراد صرف یہ ہے کہ راحت کا احساس بھی پورا پورا ہوتا ہے اور عذاب کا بھی۔ چونکہ اعادۂ روح کامل ہوتا ہے نہ کہ ناقص۔

صاحب مکائد کا چیلنج:

صاحب مکائد نے ص ۱۰۵ پر حسب عادت چیلنج دیا ہے کہ فقہ اکبر سے ثابت کر دیجئے کہ اعادہ روح کامل ہوتا ہے اور حیات حسی پیدا ہوتی ہے تو ہم آپ کا ماتھا چوم لیں گے۔ لیکن یاد رکھیں آپ اپنے اگلوں پچھلوں کو جمع کر کے ایسا صریح حوالہ پیش نہیں کر سکتے۔ بلفظہٖ۔ گذشتہ سطور میں ثابت ہو چکا ہے اور تعویذ المسلمین میں بھی اس پر بحث ہو چکی ہے۔ باقی ہمارے ماتھے سے آپ اپنا منہ مبارک دور ہی رکھیئے۔ ہم محروم ہی بھلے۔ جہلاء و حمقاء کی طرح ایسے چیلنج کرنا اہل علم کا وطیرہ نہیں۔ چیلنج بازی کا یہ سبق اصل میں گجرات سے مماتیوں کو ملا ہوا ہے۔ شاہ صاحب ساری زندگی چیلنج دیتے رہے۔ وہ الگ بات ہے کہ اہل حق کے سامنے آنے کی جرأت ساری زندگی نہ ہو سکی۔ خصوصاً حضرت اوکاڑویؒ نے تو خوب عمامے کی برتری کو روندا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک صاحب مکائد جیسے بدتمیز اور بداخلاق بعد از وفات حضرتؒ کے متعلق ایسے گھٹیا الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ خود شرم و حیاء سر پیٹ کر رہ جائے۔ مگر ایسی حرکات سے حضرت اوکاڑویؒ کا کچھ بگڑتا ہے اور نہ ہی ہم خدام کا۔ البتہ ذوق سلیم اور طبع مستقیم رکھنے والے بخوبی جان گئے ہیں کہ صاحب مکائد جیسے لوگ کس بازار کے آدمی ہیں۔

قبر شرعی اور عرفی:

مماتی مخترعین نے قبریں بھی دو تجویز کر رکھی ہیں نمبر ۱ شرعی نمبر ۲ عرفی۔ علماء حق اہل سنت والجماعت کے نزدیک زمین کے اس حصہ کو قبر کہا جاتا ہے جس میں مردہ انسان کو دفن کیا

جاتا ہے۔میت کے مدفن یعنی جائے دفن کو قبر کہتے ہیں۔قرآن وحدیث اور کتب لغات میں بھی قبر مدفن کو کہا گیا ہے۔اور یہی قبر کا شرعی ،لغوی اور عرفی مفہوم ہے۔نبی اکرم ﷺ کو منافق کی قبر پر کھڑا ہونے سے روکا گیا۔ وَلَاتَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ ۔حضرت مولانا ماسٹر غلام اللہ خانؒ (سابق ٹیچر اسلامیہ ہائی سکول راولپنڈی) فرماتے ہیں''اگران منافقین میں سے کوئی مرجائے تو آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوکراس کے لئے دعائے مغفرت کریں۔(جواہر القرآن جلد۲ص۴۴۹)(نغمہ توحید ص۳۷ جلد۳ شمارہ نمبر۷)

مولانا احمد سعید بھی لکھتے ہیں''آنحضرت ﷺ کی عادت یہ تھی کہ مومنین کی قبر پر کھڑے ہوکر دعاواستغفار وغیرہ کے لئے توقف فرماتے تھے۔(رقِ منشور ص۵۱)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کونسی قبر پر کھڑے ہوکر دعا واستغفار کرتے تھے۔ زمین والی قبر پر یا اعلیٰ علیین پر؟ اور آپ کو کن قبور پر کھڑے ہونے سے روکا گیا۔زمینی قبر پر یا اعلیٰ علیین پر؟ آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ جب دفن میت سے فارغ ہوجاتے تو اس کی قبر کے پاس کھڑے ہوکر فرماتے، استغفرو لاخیکم ۔ یعنی اپنے بھائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو۔یہ الفاظ آپ ﷺ کون سی قبر پر کھڑے ہوکر فرماتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کا قبر پر ٹہنی رکھنا:

عَنْ ابْنِ عباسؓ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ بِقَبْرَیْنِ فَقَالَ اِنَّھُمَا لَیُعَذِّ بَانِ وَمَا یُعَذِّبَانِ فِی کبیر اَمَّا اَحَدُھُمَا فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَول وَاَمَّا لآ خرُ فَکَانَ یَمْشِی باالنَّمِیمَتہِ ثُمَّ اَخَذَ جَدِیْدَ ۃً رَطْبَۃً فَشَقَّھَا نِصْفَین۔ فَغرَزَ فِیْ کُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَ ۃً قَالُوا یَارَسُولَ اللّٰہِ لِمَ فَعَلْتَ ھٰذا ؟ قَالَ لَعَلَّہ یُخَفَّفُ عَنْھُمَا مَا لَمْ یَیْبَسَاً ۔

(بخاری جلد اول ص۳۵ ،مطبوعہ قدیمی کتب خانہ،کراچی)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ دوقبروں کے پاس سے گذرے

آپ ﷺ نے فرمایا دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور بڑے گناہوں میں عذاب نہیں ہو رہا۔ ایک پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ایک گیلی ٹہنی لی۔ اسے چیر کر آدھا حصہ ایک قبر پر گاڑھ دیا اور آدھا دوسری پر۔ لوگوں نے پوچھایا رسول اللہ ﷺ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا شاید جب تک ٹہنیاں گیلیاں رہیں ان پر عذاب ہلکا ہو سکے۔

قارئین کرام!

یہی حدیث صحیح بخاری کے علاوہ صحیح مسلم جلد اول ص ۱۴۱ سطر اول پر بھی آ رہی ہے۔

اب ہم صاحب مکائد اور دیگر مماتیوں سے پوچھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ٹہنی عرفی قبر پر رکھی تھی یا شرعی قبر پر؟ سجین میں رکھی تھی یا زمینی قبر پر؟ مماتی لوگ پورے ذخیرۂ احادیث میں اس قبر کی نفی اور اُس قبر کے اثبات پر ایک حدیث بھی پیش نہیں کر سکتے۔

آنحضرت ﷺ نے ٹہنیاں زمینی قبروں پر رکھیں کیونکہ عذاب زمینی قبر میں ہو رہا تھا۔ اب رہا معاملہ برزخ کا تو ہم ان زمینی گڑھوں کو برزخ سے بے تعلق نہیں کہہ سکتے۔ قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنے کی غرض سے جن اکابر نے برزخ کا کثرت سے استعمال کیا ہے ان کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ زمینی گڑھا قبر نہیں ہے۔ اس لئے ہم نے انتہائی عام فہم گفتگو کرتے ہوئے تعویذ المسلمین میں وضاحت کی تھی کہ برزخ ظرف زمان ہے اور قبر ظرف مکان ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں لیکن مماتی دوستوں کی عقلوں پر گرد و غبار کی ایسی تہہ جم چکی ہے کہ عام فہم باتیں بھی انکی سمجھ میں نہیں آتیں۔ مماتی کہتے ہیں کہ عذاب روح کو ہوتا ہے۔ اگر جسم مانتے بھی ہیں تو عنصری نہیں بلکہ مثالی کا لاحقہ لگاتے ہیں۔ اور یہی عذاب قبر کا انکار ہے۔ صحیح مسلم ص ۱۴۱ کے حاشیہ میں ہے۔ ''ففیہ اثبات عذاب القبر وھو مذھب

اھل السنته و الجماعته خلافا للمعتزله ''ہم مماتیوں کو دور حاضر کے معتزلہ کہہ دیں تو ناراض ہوتے ہیں کہ صاحب ہم تو توحید وسنت کے پختہ اشاعتی ہیں۔اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب تو بالکل صاف شفاف اور نکھرا ہوا ہے اور یہ احباب ریب وتشکیک کی پُر خار وادیوں میں وقفِ کرب واضطراب،اور سرگرداں وحیراں پھر رہے ہیں۔ہم ایک بار پھر کہتے ہیں کہ مماتیوں کا قبر کو برزخ سے جدا کرنا نری حماقت ہے اور اکابرین کی عبارت کو نہ سمجھنے کی بیّن دلیل ہے۔اسلاف کی عبارات میں قطعاً کوئی تضاد ہے نہ اختلاف،ابہام ہے اور نہ التباس۔واضح عبارات ہیں۔واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

فقہ اکبر امام صاحبؒ کی تصنیف ہے:

صاحب مکائد نے اپنی کتاب المسلک المنصور میں لکھا تھا کہ فقہ اکبر کی نسبت امام صاحبؒ کی طرف غلط ہے۔اس کا مدلل جواب ہم نے تعویذ المسلمین میں دیدیا۔اور امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہم کی تحقیقِ انیق پیش کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ہمیں حضرت شیخ کی تحقیق پر بھر پور اعتماد ہے۔صاحب مکائد نے سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخنوں تک پوری قوت صرف کی ہے مگر تحقیقی جواب ایک بھی پیش نہ کرسکے۔اور اپنی تائید میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ،علامہ شبلی نعمانیؒ اور علامہ عبدالعزیز پرہارویؒ کو پیش کرتے ہیں کہ یہ حضرات بھی فقہ اکبر کی نسبت امام صاحبؒ کی طرف غلط سمجھتے ہیں۔سو اس کا جواب ملاحظہ ہو ''صاحب مکائد کا دعویٰ یہ ہے کہ فقہ اکبر امام صاحبؒ کی تصنیف ہی نہیں ہے''۔جبکہ علامہ فرہارویؒ فرماتے ہیں کہ اس کی نسبت محل نظر ہے۔بالکل غلط قرار دینے والا محل نظر کہنے والے کو کس طرح اپنی دلیل میں پیش کررہا ہے۔دوسرا حوالہ فیض الباری کا دیتے ہیں۔بھلا ہو صاحب مکائد کا کہ وہ فیض الباری کو تسلیم کرتے ہیں۔حالانکہ یہ حضرت کشمیریؒ کی مستقل تصنیف نہیں ہے۔یہ العرف الشذی کی طرح

املائی تقریر ہے۔لہٰذا پورے یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ علامہ کشمیریؒ کا قول ہے۔ یہ املائی تقریریں ان کے شاگردوں نے ان کی وفات کے بعد شائع کی ہیں۔اور ناقلین سے سننے یا نقل کرنے میں لغزش کا امکان ممکن ہے۔مولانا قاضی شمس الدین صاحب نے لکھا ہے کہ ''فیض الباری میں نذر لغیر اللہ کے متعلق کچھ غلط لکھا ہے،احقر نے مولانا بدر عالم مرحوم کو جب وہ بہاولنگر میں تھے تو لکھا کہ اس کا تدارک کریں۔انہوں نے وعدہ کیا مگر کر نہ سکے اور آج تک وہ غلطی باقی ہے الخ (الشہاب الثاقب ص۸۴)

خود حضرت کشمیریؒ کے داماد مولانا احمد رضا بجنوریؒ نے ''انوار الباری شرح صحیح بخاری'' میں فیض الباری اور العرف الشذی کے بعض تسامحات کی نشاندہی بھی فرمائی ہے۔رہ گئے علامہ شبلی نعمانیؒ جن کو صاحب مکائد اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔شبلی صاحبؒ نے الفقہ الاکبر پر بحث کرتے ہوئے آخر میں لکھا ہے ''ہم نے اس بحث میں اپنی رائے اور قیاسات کو بہت دخل دیا ہے۔لیکن تمام واقعات بھی لکھ دیئے ہیں۔ناظرین کو ہم اپنی رائے کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتے۔(سیرۃ النعمان حصہ اول ص۷۵)

اور سیرۃ النبی ﷺ میں جو علامہ شبلی نعمانیؒ کے تسامحات ہیں وہ بھی اہل علم سے کوئی ڈھکے چھپے نہیں۔یقین نہ آئے تو حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی سیرۃ المصطفیٰ ﷺ پڑھ لیجیے۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت کاندھلویؒ نے اس کے جواب میں لکھی ہے۔بلکہ علامہ شبلیؒ کی بعض عبارات سے تو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ بھی مطمئن نہ تھے۔چنانچہ فرماتے ہیں ''میرے سامنے یہ کتاب (سیرۃ النبی ﷺ) لائی گئی۔ کاغذ اس کا نہایت عمدہ اور قیمتی،خط نہایت نفیس و پر رونق،ظاہر تو اس کا ایسا اور اندر اس میں یہ خرافات بھری ہیں کہ نوحؑ میں ترحم نہ تھا۔عیسیٰؑ میں سیاست نہ تھی۔کس قدر بے ادبی کی انبیاء کی شان میں۔(اشرف الجواب حصہ دوم ص۱۶۳)

ہمارا مطالبہ:

حضرت ملا علی القاریؒ فقہ حنفی کے مایۂ ناز وکیل ہیں اور چوٹی کے عالم ہیں۔ انہوں نے فقہ اکبر کی شرح لکھی ہے۔ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ ملا علی القاریؒ کے پایہ کا کوئی ایسا عالم پیش کیا جائے جو فقہ اکبر کو امام صاحبؒ کی تصنیف نہیں مانتا۔ جو نام صاحب مکائد نے دیئے ہیں وہ یقینی طور پر نہیں کہتے کہ یہ امام صاحبؒ کی تصنیف نہیں ہے۔

مَاتَا عَلَى الْكُفْر کی وضاحت:

جاہل صاحب مکائد نے اپنی طرف سے جو بڑا تیر چلایا ہے وہ یہ ہے کہ اگر آپ کو فقہ اکبر پر یقین ہے کہ واقعی یہ امام ابوحنیفہؒ کی کتاب ہے تو براہ کرم فقہ اکبر کا یہ مسئلہ جو نبی اکرم ﷺ کے والدین کے متعلق ذکر کیا گیا ہے ایک دفعہ اپنے اسٹیج کی زینت بنا کر دکھائیں۔ الخ (الفتح المبین ص۱۰۵)

الجواب بتائید التواب:

فقہ اکبر کے بعض نسخوں میں یہ عبارت ہے۔

"وَوَالِدَا رَسُوْلِ اللّٰہ ﷺ مَاتَا عَلَى الْكُفْرِ"

(نوٹ! مصر سے طبع ہونے والے نسخہ میں یہ عبارت نہیں ہے)۔ اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ "فی دورِ الْكُفْرِ" "یعنی آنحضرت ﷺ کے والدین کریمین کفر کے زمانہ میں فوت ہوئے نہ کہ کفر کی حالت میں۔ مماتی لوگ چونکہ اسٹیج پر اشتعال انگیز باتیں کر کے فتنہ وفساد برپا کرنے کا چسکا رکھتے ہیں اس لئے ہمیں مشورہ دیا جا رہا ہے کہ یہ مسئلہ اسٹیج پر بیان کرو۔ اس جاہل کو اتنا علم نہیں کہ "كَلِمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِم" "لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق گفتگو کرنی چاہیے۔ قابل تشریح باتوں کو بلا ضرورت عوام الناس میں

بیان کرنا فتنے سے خالی نہیں ہوتا۔ لیکن فتنہ پرور لوگوں کو اس سے کیا غرض؟ جن کا مقصد اور جماعتی دستور ہی شرارت و سرکشی اور بدمعاشی و بغاوت ہو وہ حکمت و مصلحت کیا جانیں؟۔

یہ اعتراض شیعوں کی جانب سے آیا:

فقہ اکبر کی جس عبارت پر صاحب مکائد نے اعتراض اٹھایا ہے۔ دراصل یہ اہل تشیع کی قے ہے۔ جس کو مماتیوں نے چاٹا ہے۔ چنانچہ لاہور کا ایک دریدہ دہن شیعہ مصنف غلام حسین نجفی آنجہانی نے اپنی کتاب ''حقیقت فقہ حنفیہ'' میں لکھا ہے'' یہ فتویٰ نعمان کا ہی فقہ اکبر میں ہے کہ''ووالدا رسول اللّٰہ ﷺ ماتا علی الکفر ''کہ نبی اکرم ﷺ کے والدین (معاذ اللہ) کفر کی حالت میں مرے ہیں۔ پس ہم ایسے بے ادب امام کی فقہ نہیں مانتے۔ الخ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۹)

''ما'' نافیہ کاتب سے چھوٹ گئی:

علامہ زاہد الکوثریؒ مصری مشہور عالم ہیں۔ آپؒ نے احناف کی ترجمانی میں کئی ایک کتب تصنیف کی ہیں۔ حتیٰ کہ خطیب بغدادی کے جواب میں ''تانیب الخطیب'' لکھ کر امام ابوحنیفہؒ کی خوب خوب وکالت کی ہے۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔ آپؒ نے لکھا ہے کہ اصل عبارت یوں تھی ''ما ماتا عَلَی الکفر ''یعنی ابوین کریمین کفر پر فوت نہیں ہوئے۔ اور وہ فرماتے ہیں کہ میں نے فقہ اکبر کے دو نسخے خود ملاحظہ کئے جن میں اصل عبارت موجود تھی۔ مگر بعض نسخوں میں کاتب کی غلطی سے ''ما'' رہ گیا جو کہ نافیہ تھا اور بات کچھ کی کچھ بن گئی۔ نیز مولانا عبدالشکور ترمذیؒ نے قصور مولوی غلام دستگیر صاحب کا ذاتی کتب خانہ دیکھا تھا اس میں موجود فقہ اکبر کے ایک قلمی نسخہ میں اس عبارت کے حاشیہ پر مولوی غلام دستگیر صاحب نے بھی یہی لکھا ہے کہ ''ما'' کاتب سے رہ گیا ہے۔ اور بعد میں جب ترمذی صاحبؒ نے علامہ کوثریؒ کی تالیف دیکھی تو ان کی بات صحیح ثابت ہوئی۔ (حیات ترمذی ص ۳۵۹)

علامہ فرہارویؒ کا ارشاد:

علامہ عبدالعزیز فرہارویؒ اپنے منظوم فارسی کلام میں فرماتے ہیں۔

اہل اسلام اند آباء نبی ﷺ گرچہ منکرے مے شود ہر مدعی

والدینش ہر دو بر دین خلیلؑ قصہ احیاء ضعیف است و علیل

(ایمان کامل فارسی ص ۲، از علامہ فرہارویؒ)

اب جس اعتراض کو لے کر شیعوں نے فقہ اکبر کو نشانہ بنایا وہی ہتھکنڈہ صاحب مکائد کو بھی مل گیا۔ بہرحال یہ اپنا اپنا تعلق اور رشتہ ہوتا ہے۔ وضاحت ہم نے پہلے کر دی ہے کہ مراد "فی دور الکفر" ہے۔

مسئلہ سماع موتی اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ:

صاحب مکائد اپنی علمی دھاک بٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں "صاحب شرور جہیل "مَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِی الْقُبُور" اور "اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی" پر دلیل پکڑنے کو معتزلہ کی دلیل قرار دیتا ہے۔ گویا صاحب شرور جہیل کے نزدیک ان دو آیتوں سے عدم سماع موتی پر استدلال کرنا اعتزال ہے حالانکہ سب سے پہلے انہی دو آیتوں کو مُردوں کے نہ سننے پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے دلیل قرار دیا ہے۔ الخ (الفتح المبین ص ۳۰)

الجواب بعون الوہاب:

انك لا تسمع الموتیٰ وغیرہ آیات سے جو سیدہ عائشہ صدیقہؓ نفی سماع موتی ثابت کرتی ہیں یہ ان کا تفرد ہے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ چونکہ مجتہدہ تھیں اور مجتہد سے خطا بھی ہو جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔ لہٰذا اُن پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ ہم جمہور کی اتباع کرتے ہیں۔ کیونکہ اس مسئلہ میں جمہور کی رائے اماں صاحبہؓ سے مختلف ہے۔ وقد خالفها

الجمهور فی ذالك (فتح الباری جلد۳ص ۴۷۷ حافظ ابن حجرؒ، عمدۃ القاری جلد۸ ص ۲۰۲ علامہ عینیؒ، خزائن السنن جلد۱ص ۵۲۰، شیخ صفدر مدظلہ) جولوگ جمہور صحابہؓ اور اجماع امت کو چھوڑ کر اور خصوصاً دیوبندیت کے دعویدار علماء دیوبند کو چھوڑ کر جو عقیدہ اپنائے ہوئے ہیں اور اماں عائشہ صدیقہؓ کا بار بار حوالہ دیتے ہیں کیا وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دیگر تفردات اور مسلک کے قائل ہیں۔

۱: مثلاً بخاری جلد اول ص ۹۶ پر ہے "وَکَانَتْ عائشۃُ یَؤُمُّھَا عبدُھا ذکوانُ مِنَ المُصحف "یعنی حضرت عائشہؓ کی امامت ان کا غلام ذکوان قرآن پاک اٹھا کر کیا کرتا تھا۔ حالانکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ کاروائی عمل کثیر ہونے کی وجہ سے مفسد صلوٰۃ ہے کیا مماتی خود کو حنفی نہیں کہتے؟ اگر کہتے ہیں تو سیدہؓ کے اس مسلک کا سہارا لے کر کیا وہ فقہ حنفی سے ٹکرائیں گے؟

حاشیہ بخاری میں ہے "قال الیعنی القراءۃ من المصحف فی الصلوٰۃ مفسدۃ عند ابی حنیفہ لا نہ عمل کثیر "بخاری جلد۱ص ۹۶ حاشیہ نمبر۴)

۲: حضرت عائشہؓ سفر میں چار رکعت والے فرائض میں اتمام کرتی تھیں، قصر نہ کرتی تھیں۔ (نووی شرح مسلم جلد۱ص ۲۴۱)

۳: سیدہ عائشہؓ خمس رضعات میں حرمت رضاعت کی قائل نہ تھیں۔ (بحوالہ خزائن السنن ج۱ص ۵۲۰)

وکیل احناف مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ کا ارشاد:

شرح وقایہ ہر مدرسے میں پڑھائی جاتی ہے۔ جس کا حاشیہ مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ نے لکھا ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔ "انك لا تسمع الموتیٰ ففیہ نفی الاسماع لا السماع ان الصحیحۃ ان المراد بالموتیٰ ہناك موتی القلوب وھم الکفار لا

الا موات العرفیه ۔ ''(حاشیہ شرح وقایہ ج۲ص۲۵۴)

آیت ''انك لا تسمع الموتی '' اسماع کی نفی کررہی ہے نہ سماع کی کیونکہ اس سے مراد مردہ قلوب ہیں جو کفار کے ہیں، نہ کہ عرفی اموات مراد ہے۔

مزید لکھتے ہیں

وَبـاالجُـمـلتِـه لَـمْ یَدُ لُّ دَلیلٌ قَوِیٌّ عَلی نَفیٰ سِمّاعِ المیّتِ وادُراکِهه وفَهُـمِـهٖ وتـاملـهٖ لامِـنَ الـكِتاب وَلَا مِنَ السنتهِ الصحیحتهُ الصّریحته دَالّةٌ عَلی ثُبُـوتِهَا لَهٗ وَالُحقُّ فِیٰ هذا لمُقام اَنَّ هذا كُلُّهٗ مِنْ تقریراتِ المشائخ وَتَوْ جیُهَا تِهِمْ وَ تَـكلُّفَا تِهِمُ ولا عبرة بِهَا حِیُنَ مخالفتها لِلَا حادیثِ الصَحیحته واٰثارِ الصحابةِ الصریحته الخ (جلد ثانی ص۲۵۴ حاشیہ شرح وقایہ)

ترجمہ: حاصل کلام یہ ہے کہ کوئی دلیل قوی نفی سماع میت پر یا نفی ادراک میت یا نفی فہم میت پر یا میت کے متالم نہ ہونے پر قرآن سے ثابت ہے اور نہ حدیث نبوی سے۔ بلکہ احادیث صحیحہ تو سماع موتی کے ثبوت پر دال ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ عدم سماع کی تمام تقریریں مشائخ کی ہیں۔ انہی کی توجیہات اور ان کے تکلفاتِ باردہ ہیں۔ ان تقریرات کا کوئی اعتبار نہ ہوگا جب وہ صحیح احادیث اور آثار صحابہؓ کے خلاف ہوں۔

اب صاحب مکائد ہم پر گرجنے برسنے کی بجائے یا ہمارے فوت شدہ اکابرین رحمہم اللہ پر زبان درازی کرنے کی بجائے ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ کیا علامہ لکھنویؒ کا اس ضمن میں ارشاد قول فیصل کی حیثیت نہیں رکھتا؟

قارئین کرام!

یہ قول کسی عام درجے کے عالم دین کا نہیں۔ برصغیر کے اس عظیم حنفی عالم دین کی تحقیق ہے جنہوں نے کئی برس تحقیق و کاوش کی سنگلاخ زمینوں اور خاردار وادیوں میں گذارے۔ جنہوں نے اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ سے عالم انسانیت میں تحیر انگیز اور عدیم

النظیر انقلاب برپا کردیا۔

علامہ سیوطیؒ سے مفتی محمد شفیع صاحبؒ تک:

شیخ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں

سماع موتی کلام الخلق معتقد

جاء ت به عندنا آثار فی الکتب

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ مردے مخلوق کی باتیں سنتے ہیں اس عقیدہ کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے ہمارے پاس کتابوں میں لکھے آثار موجود ہیں۔(الحاوی للفتاویٰ ج۲ص۱۷۴)

اور یہ شعر فیض الباری میں بھی موجود ہے نیز مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں۔

قال شیخنها انور المشائخ فی مشکلات القرآن نظماً

سماع موتیٰ کلام الخلق قاطبة

قد صح فیه لنا الآثار فی الکتب

ہمارے شیخ علامہ انور شاہ کشمیریؒ مشکلات القرآن میں ایک نظم پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''مردوں کا مخلوق کی باتوں کو سننا صحیح احادیث سے ثابت ہے جو کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔

قاضی بیضاویؒ کا ارشاد:

وانما شبهوا باالموتیٰ لعدم انتفاعهم بسماع ما یتلی علیهم کما شبهوا باالصم فی قوله ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولو مدبرین فان اسماعهم فی هذه الحال ابعد (بیضاوی ج۲ص۱۸۳)

ترجمہ: اور کفار کو تشبیہ مردوں کے ساتھ صرف عدم نفع میں ہے کہ جو آیات قرآنیہ ان پر پڑھی جاتی ہیں سننے کے باوجود نفع نہیں اٹھاتے جیسا کہ ان کافروں کو بہروں کے ساتھ تشبیہ بھی عدم نفع میں ہے کیونکہ پیٹھ پھیرنے کی حالت میں انکو سنانا بہت دور کی بات ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

(انك لا تسمع الموتیٰ) ای تسمعهم شیئا ینفعهم فکذلك هؤلاء
علی قلوبهم عشاوة وفی اذانهم و قرالکفر (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۷۴)

ترجمہ: یعنی آپ ﷺ مردوں کو کوئی چیز ایسی نہیں سنا سکتے جو ان کو نفع دے اسی طرح یہ کافر بھی ہیں کہ ان کے دلوں پر پردے ہیں اور کانوں پر کفر کا بوجھ ہے۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا ارشاد:

انك لا تسمع الموتیٰ فقالوا معناها لاتسمع سماعاً ینفعهم
(فتح الباری ج ۳ ص ۳۰۰)

ترجمہ: آیت (انك لا تسمع) کے متعلق علماء کرام نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تو ان کو اس طرح نہیں سنا سکتا جس سے ان کو نفع ہو۔

اس آیت کے تحت مندرجہ ذیل علماء و مفسرین نے بھی یہی لکھا ہے کہ کفار کو مردوں سے تشبیہ عدم انتفاع میں دی گئی ہے۔ نہ کہ عدم سماع میں۔

۱: فتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۹۸
۲: علامہ شیخ معین الدین تفسیر جامع البیان ص ۳۳۴
۳: مرقات، ملا علی قاریؒ ج ۸ ص ۱۱
۴: علامہ بدرالدین بعلیؒ، مختصر الفتاوی ص ۱۸۹
۵: علامہ داؤد حنفی بغدادیؒ، المنحة الوهبیہ ص ۸
۶: علامہ ابن جریر طبریؒ، تہذیب الآثار ج ۱ ص ۳۶۱
۷: علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری جلد ۷ ص ۱۳۰
۸: حکیم الامت حضرت تھانویؒ تفسیر بیان القرآن ج ۸ ص ۹۸

نیز مولانا وحید الزمان خانصاحب نے بھی لکھا ہے ''انك لا تسمع الموتیٰ ''تو مُردوں (یعنی کافروں کو) اسلام قبول نہیں کرا سکتا ۔ اس آیت سے سماع موتی کی نفی نہیں نکلتی جیسے حضرت عائشہؓ نے خیال کیا الخ (لغات الحدیث ج ۳ ص ۱۶۳ مادہ۔ سم)

اور تو اور مرزا بشیر الدین قادیانی نے بھی لکھا ہے ''انك لا تسمع الموتیٰ ''تو مردوں کو نہیں سنا سکتا۔ مراد یہ ہے کہ تو جاہلوں سے بات نہیں منوا سکتا۔

(تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۲۶۵)

حافظ ابن حجرؒ نے اس قول سے بھی حضرت عائشہؓ کا رجوع ثابت کیا ہے۔

ملاحظہ ہو۔ (فتح الباری جلد ۷ ص ۳۸۶)

مماتی ذریت کو چیلنج ہے کہ دنیا کے کسی ایک مفسر کا حوالہ لاؤ جس نے اس آیت کو عدم سماع پر بطور دلیل لیا ہو۔ اگر پیش نہیں کر سکتے تو جھوٹ بول کر اکابرین پر بہتان بازی کر کے اور قرآن و سنت میں تحریف کر کے اپنی عاقبت برباد نہ کرو۔

علامہ سندھیؒ کا ارشاد:

سنن نسائی پر علامہ سندھیؒ نے حاشیہ لکھا ہے، چنانچہ رقمطراز ہیں۔

وایضاً الآیته فی الکفرة والمراد انك لا تجعلهم منتفعین بما یسمعون منك کاالموتی والحدیث لا یخالفه ولا یثبت الانتفاع للمیت و باالجملته فالحدیث صحیح وقد جاء بطریق فتخطئیته غیر متجهة واللہ تعالیٰ اعلم۔

(حاشیہ سنن نسائی جلد اول ص ۲۹۳)

ترجمہ: اور آیت قرآنیہ کفار کے بارے میں ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ اے نبی اکرم ﷺ آپ ان کفار کو اس بات سے جو آپ سے سنتے ہیں، نفع اٹھانے والا نہیں بنا سکتے مُردوں کی طرح ۔ اور حدیث قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے کیونکہ مردوں کے لئے نفع

ثابت نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ حدیث ابن عمرؓ بالکل صحیح ہے اور دیگر اصحابؓ سے بھی مروی ہے۔ پس اماں عائشہؓ کا ان کو غلط کہنا کسی طور ٹھیک نہیں ہے۔

مماتی تابوت میں آخری کیل:

صاحب مکائد اب ذرا ہوش کے ساتھ مندرجہ ذیل حوالہ پڑھیں۔ آپ کے بزرگ مولانا قاضی شمس الدین صاحب لکھتے ہیں۔ انک لا تسمع الموتیٰ ای الکفار موتی القلوب (انوار التبیان ص ۳۹۹)

اس آیت سے مراد کافر ہیں جن کے دل مردہ ہیں۔

لو جی۔ قاضی صاحب حضرت عائشہؓ کے خلاف میدان میں اتر آئے۔ پاکستان کا کوئی مماتی مولوی ان آیات سے عدم سماع ثابت نہیں کر سکتا۔ دھونس دھاندلی، دغابازی، فریب کاری اور رنگ برنگی گالیاں تو شاید ان کو ورثے میں ملی ہیں۔ باقی دلائل کی دنیا میں آ کر کوئی مماتی سامنا کر سکے یہ آج تک کبھی ہوا ہے نہ قیامت تک ہوگا انشاءاللہ۔

صاحب مکائد کی بدترین جہالت:

مولوی خضر حیات صاحب اپنے مجموعہ مکائد میں لکھتے ہیں۔

علماء کی اصطلاح میں مسائل ضروریہ سے مراد وہ ضروریات دین ہیں جن کا منکر و مؤول دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور جن مسائل سے جہالت بھی عذر نہیں ہو سکتی۔ ہر خاص و عام کے لئے ان کا جاننا اور ماننا ضروری ہے۔ جبکہ عذاب و ثواب قبر کی کیفیت اور حیات برزخیہ کی تفصیل ہرگز ان مسائل ضروریہ سے نہیں ہے۔ (الفتح المبین ص ۳۲)

تعارض:

صاحب مکائد اسی صفحہ پر لکھتے ہیں ''صاحب شرور اینڈ کمپنی کا عقیدہ قرآن و سنت کے خلاف ہے۔ (ص ۳۲)

سبحان اللہ! نادان مماتی کی حالت دیکھیئے کہ ایک ہی صفحہ کی ابتداء میں کہتا ہے"یہ مسئلہ ضروریہ نہیں ہے" اور اُسی صفحہ پر لکھ دیا"صاحب شرور کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے"۔ جناب محقق صاحب جو عقیدہ قرآن کے خلاف ہے تو پھر وہ غیر ضروری کیسے بن گیا؟ اور اگر یہ مسئلہ بقول تمہارے غیر ضروری ہے تو شاہ جی ساری زندگی قائلین سماع کو ابوجہل کا ٹبر (خاندان) کیوں کہتے رہے؟ مولوی خضر حیات صاحب نے کسی اور کے نام سے کتاب لکھ کر چھپنے کی لاکھ کوشش کی۔ مگر چور پکڑا گیا۔ بالکل یہی بات المسلک المنصور کے ص ۱۹ پر کہی گئی تھی جس کا ردّ ہم نے تعویذ المسلمین ص ۱۴ پر کر دیا۔ اب بالکل وہی جاہلانہ چٹکلہ الفتح المبین میں فٹ کر دیا گیا۔

دراصل"تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین" نے منکرین حیات النبی ﷺ میں بے چینی کی وہ فضا پیدا کر دی ہے کہ بیچاروں کو خود علم نہیں کہ ہم کیا ہانک رہے ہیں۔ دلیل کا جواب دلیل سے ہو تو بھرم رہ جاتا ہے اگر چہ وہ دلیل کمزور ہی کیوں نہ ہو اہل علم اسکو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مگر جہاں کتاب وسنت، اجماع صحابہؓ اور تعامل امت کے سامنے جھوٹ، فریب، دھوکہ، گالیاں، گھٹیا زبان، بھدی تحریر، احمقانہ تقریر اور تحریف و تلبیس ہو اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ اور مماتیوں میں یہ سب کچھ تھوک کے حساب سے موجود ہے۔ جاہل ہونا برا نہیں جہالت پر ناز کرنا قابل افسوس ہے۔ اب اس سے بڑھ کر جہالت اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک طرف تو مسئلے کا تعلق کتاب وسنت سے جوڑا جا رہا ہے اور دوسری طرف مسئلے کو سرے سے غیر ضروری قرار دیا جا رہا ہے۔ اور پھر تعلی ملاحظہ کیجئے کہ راقم الحروف کے متعلق لکھتے ہیں"صاحب شرور نے اپنی جہالت کا خوب مظاہرہ کیا چونکہ اس جاہل مطلق کو نہ تو اصطلاحات علماء سے واقفیت ہے اور نہ ہی بنیادی وغیر بنیادی مسائل کی تمیز ہے۔(الفتح المبین ص ۳۱)

خدا کی شان تو دیکھیے کہ کلچڑی گنجی
حضور بلبل بستان کرے ہے نوا سنجی

ہم نے سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے متعلق لکھا تھا کہ انہوں نے حضرت نانوتویؒ کی کتاب آبِ حیات کو کشمیر کے ایک مقام پر جوتوں پر ڈال دیا تھا۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ صاحب مکائد کسی ٹھوس دلیل سے اسکی تردید کرتے۔ مگر چونکہ ضمیر مطمئن تھا کہ قبلہ شاہ صاحبؒ سے ایسی حرکات کا صدور ممکن ہے۔ جواب تو کوئی بن نہ سکا۔ البتہ یوں بھڑاس نکالی۔

''صاحب شرور جیسے مادر پدر آزاد اپنے سینے کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اولیاء اللہ پر تبرا کر کے اور جھوٹ بول کر واہیاتی جاہلوں سے کرایہ وصول کرنے کے چکر میں طوقِ لعنت گلے میں لٹکائے پھرتے ہیں''۔ (ص ۳۲)

ارباب انصاف! یہ ہے مماتی محقق کا جواب!

صاحب مکائد۔ ہم آپ کو مادر پدر آزاد نہیں کہتے۔ نہ ہی طوق لعنت آپ کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ لیکن حضور یہ تو بتلایئے اولیاء ہوتے کون ہیں؟ کیونکہ جو کچھ ہم نے سن رکھا ہے وہ اولیاء کے شایان شان بالکل نہیں۔ اور سنی سنائی باتوں کی تشہیر ہمارا شیوہ نہیں اور نہ ہی ہمارا اخلاق اس کی اجازت دیتا ہے۔ ہاں البتہ اتنا ضرور پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا حضرت نانوتویؒ ولی اللہ نہیں تھے؟ اور کل کے کل علماء امت جو قائلین حیات النبی ﷺ ہیں کیا وہ اولیاء اللہ نہیں ہیں؟ تو کیا اولیاء کی کتابوں کی جوتیوں سے تواضع کرنا اور ان کو ابوجہل کا خاندان کہنا ولائیت ہے؟ ذرا سوچ کر بتلایئے گا۔

صاحب مکائد کی بوکھلاہٹ:

''تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین'' ص ۱۵ پر ہم نے چند ایک علمائے دیوبند اور ان کی رد بدعات پر لکھی جانے والی کتب کا ذکر کرتے ہوئے دعویٰ کیا تھا کہ یہ سب کے سب علماء حیات النبی ﷺ کے قائل تھے۔ ہماری اس بات نے صاحب مکائد کے پیٹ میں کافی مروڑ پیدا کیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں'' صاحب شرور کا رئیس المناظرین ابن شیر خدا

حضرت علامہ سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ مجاہد اہل سنت علامہ عبدالشکور لکھنویؒ، مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ وغیرہ اکابرین علماء کو اپنے کھاتے میں ڈالنا ایسے ہی ہے جیسے رضا خانی تمام اولیاء اللہ کو اپنا سمجھ بیٹھے ہیں۔ جس طرح رضا خانیوں نے مزارات اولیاء کو تجارت بنا کر اپنی نسبت اولیاء اللہ سے جوڑنے کا اہتمام فرمایا ہے بعینہٖ اسی طرح صاحب شرور جیسے غالیوں نے اکابرین علماء کے ناموں پر چندے وصول کرنے اور اپنی دکانیں چمکانے کیلئے ناجائز قبضہ جمانے کی سعی نامشکور فرمائی ہے۔ الخ (الفتح المبین ص ۳۵)

الجواب واللہ الموفق للسداد والرشاد :

ہم نے جن علماء کا تذکرہ کیا اگر صاحب مکائد ہماری پوری بحث نقل کرتے تو سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہوتی۔ ابن شیر خدا مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ نے مسئلہ حیات النبی ﷺ پر رسالہ ''دفع العجاج'' تحریر فرمایا ہے۔ امام اہل سنت حضرت لکھنویؒ نے لکھا ہے ''ہمارے رسول اکرم ﷺ زندہ ہیں اور اپنی قبر اقدس و اطہر میں موجود ہیں'' (تفسیر آیات خلافت ص ۲۷) نیز لکھتے ہیں ''ہمارے نبی کریم ﷺ بھی اپنی قبر اقدس و انور میں موجود ہیں اور ایسی زندگی کے ساتھ کہ اس عالم کی کروڑوں زندگیاں اس پر قربان ہیں۔ (تفسیر آیات امامت ص ٦) اور مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ نے ''الجنۃ'' لکھی۔ یہ ایک بدعتی کی کتاب ''التحقیقات لدفع التحریفات'' کا جواب ہے جو المہند کے خلاف لکھی گئی تھی چنانچہ جواب میں مولانا پٹیالویؒ نے ''الجنۃ لاہل السنۃ'' لکھی اور اس میں مسئلہ حیات کے اثبات میں دلائل رقم فرمائے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں ''محدث گنگوہیؒ نے زبدۃ المناسک میں اور علامہ نانوتویؒ نے مستقل رسالہ آبِ حیات میں اور شیخ الہندؒ نے حاشیہ ابوداؤد میں اور مولانا سہارنپوریؒ نے شرح ابوداؤد میں اور تھانویؒ نے نشر الطیب میں بھی حضور ﷺ کی جسمی حقیقی حیات کو مدلل ثابت فرمایا ہے۔ (الجنۃ لاھل السنۃ ص ٦٧ بحوالہ ضرب المہند ص ۱۳۲)

چوتھے نمبر کے بزرگ مولانا محمد منظور نعمانی ؒ ہیں جن پر ناجائز قبضہ کرنے کا ہمیں صاحب مکائد نے طعنہ دیا ہے۔مولانا نعمانی ؒ نے ماہ نامہ الفرقان لکھنؤ بابت ربیع الآخر ۱۳۷۸ھ میں ایک مضمون بعنوان ''مسئلہ حیات النبی ﷺ'' لکھا اور اس میں بدلائل ثابت فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو بعد از وفات روضہ اطہر میں جسمانی حیات حاصل ہے۔نیز آپ ؒ کا دوسرا مضمون ''مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ'' ماہ نامہ ''الحنفیہ'' لاہور میں شائع ہوا تھا ملاحظہ ہو'' ماہ نامہ الحنفیہ بابت فروری ۱۹۶۰ء، ٹمپل روڈ لاہور''

قارئین کرام!

مماتیوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جسم اطہر محفوظ ہے مگر اس میں روح نہیں ۔بے حس وحرکت ہے۔آپ ﷺ وہاں پڑھے جانے والے صلوٰۃ وسلام کو سماعت نہیں فرماتے ۔اور بقول شاہ صاحب کے ایسا نہ ماننے والے ابوجہل کا خاندان ہیں، لوئر کلاس مشرک ہیں، بدعتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔اب صاحب مکائد بتائے کہ مذکورہ بالا بزرگ تمہارے ہیں یا ہمارے۔اللہ کے فضل سے ہم شخصیات کو بلاوجہ کھاتے میں نہیں ڈالتے۔ ہمارے ہاں ایک معیار ہے اگر محض شخصیت پرستی ہوتی تو عین غین کبھی عضو معطل کی طرح الگ نہ کر دیئے جاتے۔

بزرگوں پر ناجائز قبضہ کرنے والے کون ہیں؟:

اب ہم مندرجہ ذیل ایک حوالہ کی مدد سے ثابت کریں گے کہ بزرگوں کو ناجائز اپنے کھاتے میں ڈالنے والا کون ہے۔ایک خط کا مضمون ملاحظہ ہو۔

پیرومرشد جناب حضرت اقدس مولانا (عبدالقادر) رائپوری مدظلہم

بعد آداب وسلام کے عرض ہے کہ اس علاقہ میں افواہ پھیل رہی ہے کہ حضرۃ اقدس مدظلہ مولوی غلام اللہ خان اور سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے ہم عقیدہ ہو گئے ہیں۔جیسا کہ

رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں مولوی غلام اللہ خان صاحب نے بھی اعلان کردیا ہے۔ چنانچہ اسکی تحقیق کے لئے میں حضرت مولانا محمد صاحب لائلپوری کی خدمت میں گیا وہ لاہور تشریف لے گئے تھے۔ حضرت ہم خدام بہت پریشان ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ والسلام مع الاکرام

احقر صابر علی معرف نیو جنٹلمین واچ کمپنی

لائلپور ۱۹۵۸/۱۰/۳

حضرت رائپوریؒ کا جواب:

از احقر عبدالقادر۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

تمہارا خط ملا، کیفیت معلوم ہوئی۔ یہ بات جو تم نے لکھی ہے غلط ہے احقر دیوبندی حضرات کے ساتھ اور انہی کا ہم عقیدہ ہے اور حضرت مولانا محمد صاحب کے ساتھ ہے۔ جو وہ ہیں وہی احقر ہے۔

والسلام

عبدالقادر۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۸ء ایمپرس روڈ لاہور۔

(بحوالہ ماہ نامہ دارالعلوم دیوبند انڈیا دسمبر ۱۹۵۸ء)

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے:

صاحب مکائد بار بار یہ مکتوب پڑھیں۔ اور اپنے کرتوتوں پر ایک نظر ڈالیں۔ ہمیں طعنہ دیا کہ آپ بزرگوں کو ناجائز اپنے کھاتے میں ڈالتے ہیں۔ ہم نے اس الزام کا مدلّل جواب دے کر اور حضرت رائے پوریؒ کا مکتوب پیش کر کے ثابت کردیا کہ اصلی مجرم کون ہے؟

چلی تھی برچھی کسی پہ، کسی کے آن لگی۔

اب حقیقت بالکل کھل کر سامنے آ گئی کہ رضا خانی اور غلام خانی ایک جیسی عادات رکھتے ہیں۔

فاعتبرو یا اولی الابصار

شیخ صفدر کو خراج تحسین:

صاحب مکائد مولوی خضر صاحب لکھتے ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خانصاحب صفدر، علامہ دوست محمد قریشی، حضرت مولانا نورالحسن شاہ بخاریؒ نے جو توحید وسنت پر کتابیں لکھیں ہم ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں الخ (ص ۳۵)

الجواب الکبیر بعون اللہ الخبیر:

لیکن شیخ صفدر مدظلہ نے جو تسکین الصدور، سماع موتی اور الشہاب المبین لکھی اور شاہ صاحبؒ نے جو حیات الاموات لکھی وہ آپ کو ہضم کیوں نہیں ہو رہی ہیں۔ تعجب ہے ایک طرف تو اتنا اعتماد کہ خدمات توحید پر ان کو خراج تحسین پیش کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف اتنی بدتہذیبی کہ تسکین الصدور کا نام پڑھ کر اول فول بکنے لگتے ہیں۔ آپ کی کتاب الفتح المبین اور دیگر کتب پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مماتیوں کے ہاں تہذیب واخلاقیات کو کس طرح کند چھری سے ذبح کیا جاتا ہے۔ بزرگوں سے جو سلوک آپ کر رہے ہیں اس پر تو حیوانیت بھی منہ چھپا لیتی ہے۔ صاحب مکائد نے بالکل ابوجہل والی بات کہی کہ رسول اللہ ﷺ صادق بھی ہیں، امین بھی ہیں، مگر ان کا دعوائے نبوت غلط ہے (معاذ اللہ)

اور مماتی بھی کہتے ہیں شیخ صفدر مدظلہ اور دیگر حضرات موحد بھی ہیں، سنت کے شیدائی بھی ہیں مگر حیات النبی ﷺ کے مسئلہ پر یہ سارے کے سارے غلطی پر اکٹھے ہو گئے (استغفر اللہ العظیم)

صاحب مکائد نے ہمیں یہ بھی طعنہ دیا کہ اگر آپ حب صفدری میں سچے ہیں تو حضرت شیخ صفدر کے بیان کردہ اصولوں کو تسلیم کیوں نہیں کرتے؟۔اور یہ کہ ہمارا حب صفدری کا نعرہ ایسا ہے جیسا روافض حب علی کا نعرہ لگاتے ہیں الخ۔اجی صاحب غصہ تھوک دیجیئے۔

آپ خود نیلوی وعنایتی قانون پس پشت ڈال چکے ہیں۔مولانا حسین علیؒ کا عقیدہ آپ مسترد کر چکے ہیں۔مولانا ماسٹر غلام اللہ خانؒ (سابق ٹیچر اسلامیہ ہائی سکول پنڈی) سے بھی آپ کو عداوت ہے اور الزام ہمیں دیتے ہو کہ ہم اپنے بڑوں کی نہیں مانتے۔

محرف کون؟

صاحب مکائد نے استاذ الحدیث مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ کے متعلق لکھا ہے کہ انہیں تمام اکابرین کو احمق اور محرف کہنے سے ذرہ برابر شرم نہیں آئی (ص ۳۷)۔مولانا مدظلہم یہ بات کب اور کہاں کہی قیامت تک ثابت نہیں کی جاسکتی۔ہاں البتہ ہم ثابت کرتے ہیں کہ صاحب مکائد کے علامہ احمد سعید کو گجراتی گروپ نے محرف قرآن کہا ہے۔یقین نہ آئے تو دیکھ لیجئے خس کم جہاں پاک کا بیک ٹائٹل جہاں یہ سرخی دی گئی ہے "تفسیر یا تحریف؟ نیز کافروں اور بتوں والی آیات کو انبیاء کرامؑ پر چسپاں کرنے والوں سے بڑھ کر محرف اور کون ہوگا؟

اعتراف حقیقت:

صاحب مکائد نے راقم الحروف کے متعلق لکھا ہے کہ "معلوم ہوتا ہے موصوف کا تعلق لاہور کے کسی مخصوص مقام سے ہے" (ص ۳۸) جواباً عرض ہے کہ بندہ کا تعلق اللہ کے فضل وکرم سے مسجد و مدرسہ سے ہے اور اپنے اکابر سے ہے۔ہمارے نزدیک اس سے افضل اور اخص مقام اور کیا ہوسکتا ہے؟ ہاں صاحب مکائد کی ذہنیت کے مطابق مخصوص مقام کوئی اور ہے تو یہ وہی بہتر جانتے ہیں۔کیونکہ "گھر کا بھیدی لنکا ڈھاوے" مثال مشہور

ہے۔ باقی صاحب مکائد کو مشورہ ہے کہ آپ اس پریشانی میں نہ پڑیں۔ فریقین کی کتب پڑھ کر ارباب علم و دانش خود نتیجہ تک پہنچ جائیں گے کہ کون کس ''مخصوص'' مقام کا باسی ہے۔ دوسری بات نیلوی شاہ صاحب کے حوالے سے ص ۳۹ پر لکھی ہے کہ '' حالانکہ سوائے حضرت نانوتویؒ کے تمام کا اجماع ہے کہ دفن سے پہلے آپ ﷺ کے جسد عنصری اطہر واطیب میں روح مبارک واپس نہیں آئی ائ

جان من! ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ دفن سے پہلے روح نہیں لوٹی بلکہ بعد از دفن برزخی حیات نصیب ہوئی ہے۔ ہمارا دعوٰی ہے کہ قاضی شمس الدین صاحب اور نیلوی شاہ صاحب سے لے کر صاحب مکائد تک جتنے بھی مماتی قلم کار ہیں لکھتے وقت خود انہیں علم نہیں ہوتا کہ ہم کیا لکھ رہے ہیں۔ اس لئے ان کی کتابیں پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ علم نام کی کوئی چیز ان میں نہیں۔ بس ''چوں چوں کا مربہ ہے''۔

اور اس کی وضاحت ہم بار بار کر چکے ہیں کہ حضرت نانوتویؒ کا نفس موت میں کوئی اختلاف نہیں۔ کیفیت موت میں تفرد ہے۔ اور خالص ذوقی و وجدانی باتوں کو جاہل اور بدتمیز کیا خاک سمجھیں گے؟

بات پھر وہیں رہی:

ہم نے تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین میں نیلوی صاحب کے متعلق لکھا تھا کہ وہ نبوت و رسالت فقط روح کی صفت مانتے ہیں جسم کی نہیں۔ اس پر ہم نے چند مثالیں دیں کہ اگر نبوت فقط روح کو کہا جائے تو کیا کیا خرابیاں لازم آتی ہیں۔ مؤلف الفتح المبین المعروف صاحب مکائد نے بڑا زور صرف کیا مگر وہ شاہ صاحب کی جان چھڑا سکے اور نہ ہی اپنی۔ اور بدستور ان کا سر ''اوکھلی'' میں ہے۔ صاحب مکائد ادھر اُدھر کی ہانکنے کے بعد اپنے مجموعہ مکائد کے ص ۱۴۱ پر پھر کہہ بیٹھے کہ '' رسالت و نبوت دراصل روح کی صفت ہے۔ نہ

جسد عنصری مع الروح کی'' اور موت کا روح کے ساتھ کچھ تعلق نہیں الخ۔ جناب محقق صاحب پھر میت میت کی رٹ کیوں لگاتے ہو بقول آپ کے نبوت روح کی صفت ہے۔ اور روح پر تو فنا ہے نہیں۔ تو گویا آنحضرت ﷺ پر موت نہیں آئی (معاذ اللہ) باقی صاحب مکائد نے جو ندائے حق کے حوالے سے علامہ آلوسی کی روح المعانی کی عبارت لکھی ہے وہ قطعاً ان کو مفید نہیں۔ کیونکہ اس میں وصف نبوت کے لئے جسم کا انکار نہیں کیا گیا۔ بلکہ پوری عبارت میں جسم کا لفظ ہی نہیں ہے۔ اور نیلوی صاحب نے تو صاف کہا ہے کہ نبوت روح کا نام ہے، جسم کا نہیں۔ بہر حال'' وہی چال بے ڈھی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے'' مؤلف بیچارے سے جواب نہ بن سکا تو سٹپٹا کر یوں اپنے'' اخلاق'' کا مظاہرہ کیا۔ (علامہ آلوسیؒ کی عبارت) صاحب شرور ہیرا منڈی کی مٹھائی سمجھ کر ہڑپ کر گیا۔ مجہول النسب صاحبِ شرور کیا ہانک رہا ہے۔ وغیرہ (ص ۴۲)

صاحب مکائد کا ایک لایعنی اعتراض:

صاحب مکائد کو کوئی کام کی بات تو کرنی نہیں آتی۔ بس کتاب کا پیٹ بھرنے کے لئے کچھ نہ کچھ بھرتی کر ہی دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔'' کیا فرماتے ہیں کذاب ٹمن اور محرفین کہروڑ پکا درایں مسئلہ کہ آپ کا زر خرید وکیل عذاب قبر میں تین مذاہب بیان کرتا ہے۔ جبکہ آپ حضرات کے شیخ الحدیث (یعنی مولانا سرفراز صاحب مدظلہ) صاحب آٹھ مذاہب بیان کرتے ہیں۔ اب آپ حضرات کو آپ کے چیلے سمیت کذاب اور تقیہ باز سمجھا جائے یا آپ کے شیخ الحدیث صاحب کو؟ (ص ۴۸)

الجواب بعون الملک الوہاب:

صاحب مکائد جب بھی بولتے ہیں تو منہ سے غلاظت کے علاوہ کچھ نہیں نکالتے۔ کافر، مشرک، کذاب، دغا باز اور تقیہ باز سے کم درجے پر ان کا پیمانہ نہیں ٹھہرتا۔ یہ

اپنی اپنی جبلت اور عادت ہوتی ہے اور اکثر لوگ اپنی بری عادات کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہیں۔ حضرت امام اہل سنت شیخ صفدر مدظلہم نے پوری تفصیل کے ساتھ عذاب قبر پر آٹھ مذاہب بیان کئے مثلاً بعض بالکل ہی عذاب کے قائل نہیں، بعض صرف عذاب روح کے قائل ہیں، بعض صرف عذاب جسم کے قائل ہیں وغیرہ، اور آٹھویں نمبر پر لکھا ہے'' قبر میں عذاب وراحت جسم اور روح دونوں سے وابستہ ہے یہ جمہور کا مذہب ہے اور یہی حق ہے۔

(تسکین الصدور ص ۱۰۳)

ہم نے اس پر تفصیلی کلام نہیں کیا مختصراً تین مذاہب بیان کئے اور جملہ '' بنیادی طور پر'' استعمال کیا۔ یعنی خلاصہ یہی ہے اور تیسرے نمبر پر ہم نے بھی یہی لکھا کہ '' عذاب قبر جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے۔ تیسرا قول ہی سب سے معتبر ہے اور یہی صحیح تر مذہب ہے۔

(تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین ص ۲۳، ۲۴)

صاحب مکائد سے ہمارا سوال ہے کہ مذاہب تین بیان ہوں یا آٹھ؟ مذہب اہل سنت جو ہمارے شیخ مدظلہم نے بیان کیا، کیا ہماری عبارت کا اس سے کوئی ٹکراؤ ہے؟ اعتراض تو تب ہوتا کہ حضرت شیخ مذہب اہل سنت کچھ قرار دیتے ہیں اور صاحب تعویذ المسلمین کچھ۔ جبکہ اس میں قطعاً کوئی تعارض یا اختلاف نہیں ہے۔

اربابِ انصاف! فیصلہ کریں کہ کذاب اور محرف کون ہیں نیز تقیہ بازی روافض سے کہاں منتقل ہو رہی ہے۔

ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

حافظ ابن تیمیہؒ وابن قیمؒ:

ہم نے تعویذ المسلمین میں علامہ ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد خاص حافظ ابن قیمؒ کے متعلق ملا علی قاریؒ کے حوالے سے لکھا تھا کہ یہ دونوں اہل سنت والجماعت کے بزرگ

اکابر ہیں۔اس عبارت کو پڑھ کر صاحب مکائد پھڑک اٹھے۔چنانچہ لکھتے ہیں۔

''صاحب شرور سے گذارش ہے کہ اپنی اس بات پر قائم رہیں اور ارتداد سے بچنے کی کوشش فرمائیں۔توسل،شدرحال اور استشفاع میں ان اکابرین اہل سنت کا انکار کر کے اہل سنت سے بھاگ ہی نہ جائیں الخ (الفتح المبین ص ۵۳)

یہ بالکل بیجان اعتراض ہے۔اہل علم جانتے ہیں بعض مسائل میں ان حضرات کے تفردات بھی ہیں۔ہم ان کے تفردات کو قبول نہیں کرتے اور نہ ہی ایسے تفردات سے یہ دونوں قابل احترام شخصیات اہل سنت سے خارج ہوتی ہیں۔مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری حیات النبی ﷺ کے نہ صرف قائل بلکہ اس موضوع پر کتاب کے مصنف تھے اور قائلین حیات کو آپ طرح طرح کی گالیاں دیتے ہیں۔بایں ہمہ فیصل آباد سے شائع ہونے والی مماتیوں کی کتاب ''نفی سماع موتی'' میں شاہ صاحب کو امام اہل سنت لکھا گیا ہے۔ملاحظہ ہو (نفی سماع موتی صفحہ آخر) اب فیصل آبادی مماتیوں کو گجرات کے شاہ جی کیسے قبول کریں گے جن کے نزدیک یہ سب لوئر کلاس مشرک ہیں۔(العیاذ باللہ تعالیٰ)

جھوٹ اور حماقت کس کی؟:

صاحب مکائد نے ''صاحب شرور کا ایک اور بڑا جھوٹ'' کے تحت لکھا ہے۔

''صاحب شرور لکھتا ہے مؤلف صاحب فرماتے ہیں کہ بدن عنصری کے ساتھ حیات کے اتصال کا مسلک رکھنے والے قرآن وسنت سے جاہل اور ناواقف ہیں''۔ہم صاحب شرور لاہوری،صاحب فتور ٹامنی اور صاحب قصور کہروڑی اور ان کے حواری بزمی حضرات کو ببانگ دہل چیلنج کرتے ہیں کہ آپ کے زرخرید وکیل نے جو یہ عبارت مؤلف المسلک المنصور (گویا مؤلف الفتح المبین خود کو کہہ رہے ہیں۔سلفی) کے ذمہ لگائی ہے۔المسلک المنصور کتاب سے یہ الفاظ نکال دکھائیں (مکائد ص ۵۴)

الجواب الرضی بعون اللہ القوی:

المسلک المنصور ص۲۲ پر یہ عبارت ہے۔

''جولوگ عذاب وثواب قبراوراس کے ادراک کیلئے اعادۂ روح جسد عنصری میں یا روح کا تعلق حیات بایں معنی کہ بدن عنصری میں حیات حقیقی پیدا ہوجائے شرط قرار دیتے ہیں وہ قرآن وسنت اور مذہب اہل سنت سے جاہل و ناواقف ہیں''۔ الخ۔ ہم نے جوتعویذ المسلمین میں عبارت کا حاصل معنی دیا ہے اس میں اور مندرجہ بالا عبارت میں کیا فرق ہے؟ حیرت ہے کہ الفتح المبین کے مؤلف کوعلم نہیں ہوتا کہ میں المسلک المنصور میں کیا گل کھلا آیا ہوں۔ بہرحال شرور، فتور اور قصور تینوں آپ کے ہیں۔ دراصل مولوی صاحب اتنے بوکھلا گئے ہیں کہ انہیں خود سمجھ نہیں آرہی میں کیا لکھ رہا ہوں۔ پاگل پن کی انتہاء دیکھیے کہ المسلک المنصور کے حوالے سے ہماری پیش کردہ جس عبارت کو جھوٹ کہہ رہے ہیں وہی عبارت الفتح المبین میں پھر پیش کردی۔ ملاحظہ ہو الفتح المبین ص ۵۶، سچ ہے

دروغ گورا حافظہ نباشد۔

کتاب آیات بینات اور صاحب مکائد کی فضول گوئی:

ہم نے تعویذ المسلمین میں علامہ محمود آلوسیؒ کے فرزند نعمان آلوسیؒ کے رسالہ آیات البینات کے متعلق کہا تھا کہ غیر معتبر رسالہ ہے کیونکہ نعمان آلوسیؒ حنفی نہیں تھے اور یہ کہ رسالہ ان کی وفات کے بعد لکھا گیا۔ چنانچہ صاحب مکائد اس پر گرجتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ معلوم نہیں کہ صاحب شرور اس مقام پر اپنے مذہب پر اعتماد کیوں نہیں کرتا۔ جب مذہب اِن کا یہ ہے کہ مردے قبروں میں حیات دنیوی، حقیقی کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں، زائر کو دیکھتے پہچانتے ہیں، سفارشیں کرتے ہیں اور ہر ایک کے کلام کو سنتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں حتیٰ کہ صاحب شرور کے ایک بزرگ نے یہاں تک لکھ مارا کہ غالیوں کا ایک مردہ کفن

چور کے پیچھے بھاگتا ہوا گھر میں جا گھسا۔ اور سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو بیٹا بھی دیا۔

عادات و خصائل سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید صاحب شرور کا تعلق اسی نسل سے ہے۔ اگر صاحب شرور محسوس نہ فرمائیں تو کیا سوال کر سکتے ہیں کہ جب آپ کے نزدیک مردے یہ سب کام کرتے ہیں تو اگر نعمان بن آلوسیؒ نے بعد از وفات ایک رسالہ لکھ دیا تو آپ کے مذہب پر کونسا استحالہ لازم آتا ہے۔ الخ (مکائد ص ۴۷)

الجواب:

صاحب مکائد نے لایعنی اور گھٹیا زبان و قلم سے صفحات تو سیاہ کر دیئے ہیں مگر جواب دینے سے قاصر ہی رہے۔ برزخ کے اندر حیات حقیقی، دنیوی اور نمازوں کا پڑھنا صرف خاصہ انبیاء ہے۔ اور اس کا بھی مطلب فقط اتنا ہے کہ دنیا والے جسموں میں ارواح ہوتی ہیں اور بطور تلذذ کے وہ نماز پڑھتے ہیں نہ کہ تکلف کے۔ عام انسانوں کو برزخ میں جو حیات ملتی ہے وہ فقط اتنی کہ ارواح کو راحت و عذاب ہو تو اجسام محسوس کرتے ہیں۔ اور شہداء کی حیات ان سے افضل ہے پھر انبیاء علیہم السلام کی حیات تو ان سب سے افضل ہے کیونکہ برزخ میں مختلف درجات ہیں۔ باقی مردے کا قبر سے لوٹ آنے والے واقعہ پر جو صاحب مکائد نے مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ کا مذاق اڑایا ہے۔ انتہائی بھونڈی حرکت ہے۔ کیونکہ ہم تعویذ المسلمین میں یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ یہ واقعہ قاضی صاحبؒ نے علامہ ابن جوزیؒ کی کتاب ''المنتظم'' سے لیا ہے۔ اب اگر گندگی پھینکنی ہی ہے تو اسلاف پر پھینکو۔ مگر قاضی زاہد الحسینیؒ کے نام سے مماتی ذریت اس لئے خفا ہے کہ میدان تحریر میں اس خناس طبقے کی تردید میں پہلی اینٹ شاید انہوں نے رکھی تھی اور رحمت کائنات لکھ کر ان کے مذمومہ اور تراشیدہ عقیدے کا بھانڈا بیچ چوراہے پھوڑ دیا تھا۔

کتاب ''رحمت کائنات'' پر اکابرین کا اعتماد

منکرین حیات النبیؐ اور خصوصاً صاحب مکائد مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ کے نام سے اس لئے خائف ہیں کہ آپؒ نے فتنہ مماتیت کا تعاقب کر کے صحیح معنوں میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے شاگرد ہونیکا ثبوت دیا ہے۔ چونکہ شیخ مدنیؒ کے تلامذہ وخلفاء ہر فتنہ کے خلاف ننگی تلوار ہیں لیکن سورج پر تھوکنے سے منہ تھوکنے والے کا ہی بگڑتا ہے۔ ''رحمت کائنات'' مقبول بارگاہ نبوی کتاب ہے۔ چنانچہ حضرت قاضی زاہد الحسینیؒ نے لکھا ہے کہ ''نومبر ۱۹۵۷ء ایبٹ آباد اپنے مکان میں عشاء کی نماز سے قبل استراحت میں تھا کہ رسالت مآب ﷺ کی زیارت سے اللہ تعالیٰ نے مشرف فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہاری کتاب کو نئی ترتیب دیکر انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین کی مجلس میں پیش کروں گا''۔ یہ ایک عظیم بشارت ہے جو صاحب کتاب کو بارگاہ رسالتؐ سے ملی اور یہ اُسی برکت کی ایک جھلک ہے کہ اس کتاب کے تقریباً چودہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور یوں حیات النبیؐ کے جلوؤں سے اہل ایمان جلاء پا رہے ہیں جو کتاب امام الانبیاء ﷺ کی نظر کیمیاء میں مقبول ہو چکی ہے۔ وہ انبیاء علیہم السلام کے علمی ورثاء یعنی علماء کرام کی نگاہوں میں کیوں نہ جچے گی۔ وقت کے جہاندیدہ روزگار مشائخ اور علم وعرفان کے بے تاج شہنشاہوں نے اس کتاب کو کیسا پایا؟ اور تحسین وآفرین کے کیسے ڈونگرے برسائے؟ ایک جھلک ملاحظہ کریں۔

سرتاج الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا ''میرا یقین ہے کہ اس مسئلہ میں حق تلاش کرنیوالوں کو اس گلدستہ سے یقین کامل ہو جائیگا کہ حضور انور ﷺ کی حیات طیبہ جیسے سطح زمین پر تھی ویسے ہی مزار اقدس میں ہے'' شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے فرمایا ''رحمت کائنات کے دو عدد نسخے پہنچ کر موجب احسان ہوا'' علامہ شمس الحق افغانیؒ نے فرمایا ''مطالعہ کر کے دل خوش ہوا اور آپکو دعائیں دیں'' مفسر

قرآن مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فرمایا ''مولانا زاہد الحسینی صاحب نے نہایت نافع اور مفید تحقیقات جمہور اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق جمع کر دی ہیں'' حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ (بانی خیر المدارس ملتان) نے فرمایا ''اس کتاب کے مطالعہ کی برکت سے احقر اپنے قلب میں محبت نبویؐ میں اضافہ محسوس کرتا ہے نیز مولانا محمد انوری صاحب تلمیذ مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلام کو بحالت خواب اس کتاب کی اشاعت پر خوش دیکھا''۔ اس کے علاوہ مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب، حضرت مولانا بدر عالمؒ اور حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ نے بھی بیحد خوشی کا اظہار فرمایا اور مکتوبات کے ذریعے صاحب کتاب کی دلجوئی فرمائی۔

قارئین کرام کتاب ''رحمت کائنات'' کی ابتداء میں ان تمام بزرگوں کے تأثرات اور آراء پڑھ کر اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اہل علم نے مسئلہ حیات النبیؐ کی توضیح وتشریح پر مشتمل تحریر کو کتنا پسند فرمایا۔ اب مماتی مؤلف جو نہایت چرب زبانی کیساتھ مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ پر طنز کر رہا ہے کیا درحقیقت وہ ان تمام مشائخ دیوبند کو مذاق کا نشانہ نہیں بنا رہا؟ کیا اب بھی اس بدنصیب ٹولے کو دیوبندی کہلوانے کا حق ہے؟

خامہ انگشت بدنداں ہے، اسے کیا لکھیے؟
ناطقہ سربگریباں ہے، اسے کیا کہیے؟

میت کا زائر کو دیکھنا مولانا حسین علیؒ کا عقیدہ ہے:

صاحب مکائد نے ہمیں طعنہ دیا کہ ہم اس کے بھی قائل ہیں کہ مردے زائر کو پہچانتے ہیں۔ مؤلف صاحب کی خدمت میں گذارش ہے کہ ہم تو قائل ہیں یا نہیں ہیں مولانا حسین علی واں بھچرویؒ ضرور قائل ہیں۔ جن کے نام پر تم نے اپنی جعلی دوکان چمکا رکھی ہے۔ اور جن سے سید عنایت اللہ شاہ صاحب کو دین سمجھ آیا تھا (حضرت کشمیریؒ سے نہ آیا)

ہم نے اپنی کتاب ''لطمتہ الحق'' کے اندر بھی حوالہ پیش کیا۔ اور اب پھر پڑھ لیجیئے ۔ مولانا حسین علیؒ اپنی زندگی کی آخری کتاب ''تحریراتِ حدیث'' میں لکھتے ہیں۔

ونؤمن بان المیت یعرف من یزورہٗ اذا اتاہ وآکدہ یوم الجمعتہ بعد الطلوع الفجر قبل طلوع الشمس (تحریرات حدیث ص ۲۵۷ مطبوعہ یونین پرنٹنگ پریس ملتان، باہتمام محبوب احمد اویسی مینجر)

ترجمہ: اور اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ جب میت کے پاس کوئی شخص زیارت کرنے کو آتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتی ہے۔ خصوصاً جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے۔

جی صاحب مکائد۔ اب ذرا ہمت کیجیئے اور ایک عدد فتوی مولانا حسین علیؒ صاحب پر داغ دیجیئے۔

ویسے آپؐ سے پہلے مولانا محمد حسین نیلوی شاہ صاحب انکو ملحد کہنے کی ہمت کر چکے ہیں۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں ''ان مسئلة سماع الموتیٰ واجابتھم و معرفتھم مختلق للملحدین '' (شفاء الصدور ص ۱۸۵)

ترجمہ: بلاشبہ سماع موتی اور ان کے جواب دینے اور ان کی معرفت کا مسئلہ ملحدین کا گھڑا ہوا ہے۔

قارئین کرام! اب آپ فرمائیں کہ ہم اس پر کیا تبصرہ کریں؟ مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کو دین کی جہاں سمجھ آئی ہے (خس کم جہاں پاک ص) وہاں تو بقول مولانا نیلوی کے الحاد ہے۔ ذرا صاحب مکائد بھی تفکر فرما کر ہمیں جواب باصواب سے مستفید کریں کہ کون سچا ہے؟ حضرت واں بھچرویؒ فرماتے ہیں۔ میت زائر کو شناخت کرتی ہے۔ حضرت نیلوی فرماتے ہیں۔ ایسا کہنے والے ملحدین ہیں۔ اور آپ نے بھی ہمیں طعنہ دیا۔ اب آپ کے اپنے جوتوں میں دال بٹ رہی ہے۔ کوئی درمیان کی راہ نکال کر آگاہ فرمائیں۔ شکریہ۔

باقی رسالہ الآیات البینات کے غیر معتبر ہونے پر صرف یہ دلیل نہیں کہ یہ نعمان آلوسیؒ کی وفات کے بعد لکھا گیا بلکہ اس میں حوالوں کے اندر بھی خیانت اور تحریف کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ہم نے ضرب المہند کے حوالے سے تعویذ المسلمین میں لکھا ہے کہ ''فتح الباری، مراقی الفلاح، حاشیہ طحطاوی سے عدم سماع موتی نقل کیا گیا ہے۔حالانکہ مذکورہ تمام کتب میں سماع موتی کو ثابت کیا گیا ہے۔

صاحب مکائد کا فرار:

صاحب مکائد اس کا کوئی جواب دینے کی جرأت نہ کر سکے اس کے علاوہ الآیات البینات کے اندر ابن ملک حنفیؒ (۸۰۱ھ) کا حوالہ نقل کرنے میں بھی دیانت کا مظاہرہ نہیں کیا گیا۔انہوں نے حدیث ''اِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ اِذَا انْصَرَفُوا'' کا جو معنی اور تشریح کی ہے اس کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔اسی طرح روح المعانی کا حوالہ بھی صحیح نہیں دیا گیا۔ان تمام حقائق کا جواب دینے کی بجائے ذاتیات پر اتر آنا، گھٹیا زبان استعمال کرنا، فوت شدگان بزرگوں کو سب وشتم کا نشانہ بنانا، بازاری لہجہ استعمال کرنا، اور بات بات پر دوسرے کو جاہل، دھوکہ باز اور شریر کہنا، کیا یہ اہل علم کی شان ہے؟۔اب یہ بات یقینی ہے کہ خیر المدارس میں سید صاحب کے تھپڑ سے لے کر صاحب مکائد کی گالیوں تک نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ براہین نام کی کوئی چیز ان کے پلے نہیں ہے۔مؤلف مجموعہ مکائد کہتے ہیں پھر المہند علی المفند بھی تو مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی وفات کے بعد چھپی ہے۔اس کے متعلق تو آپ کہتے ہیں کہ کتاب کا مصنف کی وفات کے بعد چھپنا غیر معتبر ہونے کی دلیل نہیں ہے تو پھر آیات بینات کیسے غیر معتبر ہوگئی۔الخ۔حالانکہ جاہل مؤلف نے ہمارا مدعا سمجھا ہی نہیں ہے۔آیات بینات نعمان آلوسیؒ کی وفات کے بعد لکھی گئی ہے اور ان کے نام سے منسوب کی گئی ہے۔اور اگر بالفرض وہ خود بھی لکھتے تو ہمیں پریشانی نہ تھی۔اور اس کے غیر معتبر ہونے پر ہم گذشتہ سطور

میں بھی اور تعویذ المسلمین میں بھی کلام کر چکے ہیں۔ المہند تو ایک اجماعی دستاویز ہے مشائخ دیوبند کی۔ اور اکابرین کے اس پر دستخط موجود ہیں۔ اگر حضرت سہارنپوریؒ فوت ہو گئے تھے تو حضرت تھانویؒ، مفتی محمد کفایت اللہؒ وغیرہم مشائخ تو موجود تھے۔ ہم صاحب مکائد اور انکی پوری جماعت کو چیلنج کرتے ہیں کہ جب سے شاہ صاحب مسئلہ حیات النبی ﷺ کے انکاری ہوئے ہیں۔ ان سے پہلے کسی ایک عالم کا قول پیش کر دکھاؤ جنہوں نے المہند پر عدم اعتماد کیا ہو؟ سوائے مٹھی بھر چند شریروں کے آج تک سب کے سب اہل سنت اس پر اعتماد کرتے ہیں اور اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ لہٰذا صاحب مکائد کا اس کو الآیات البینات پر قیاس کرنا نری حماقت ہے۔ فاعتبر یا اولی الابصار۔

اعادۂ روح:

ہم نے اپنی کتاب ''تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین'' میں لکھا ہے کہ علامہ سعد الدین تفتازانیؒ کی عبارت ''ھذا لا یستلزم اعادۃ الروح '' پر علامہ فرہارویؒ نے گرفت کی ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ صحیح احادیث صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں کہ سوال کے وقت جسم میں روح لوٹا دی جاتی ہے۔ اس پر صاحب مکائد واویلا کرتے ہوئے اور علامہ خالد محمود مدظلہم جیسے محقق و مفکر کو ''اخباری ملا'' کہہ کر استہزاء کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''علامہ فرہاروی جس اعادہ کی بات کرتے ہیں وہ بھی آپ کو قطعاً مفید نہیں کیونکہ علامہ فرہارویؒ ایسے اعادہ کے قطعاً قائل نہیں جس سے بدن عنصری میں حیات دنیوی، حقیقی، حسی پیدا ہو جائے۔
(مجموعہ مکائد ص ٦٩)

الجواب:

علامہ عبدالعزیز فرہارویؒ کی عبارت بالکل بے غبار ہے کہ اعادہ روح وقت سوال مذہب اہل سنت ہے، اور مزید فرماتے ہیں ''وھو ان الاحادیث الصحیحتہ

ناطقته بان الروح یعاد فی الجسد عند السئوال " (نبراس ص۳۲۲)

ترجمہ: احادیث صحیحہ صاف اعلان کر رہی ہیں کہ سوال کے وقت روح جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔

صاحب مکائد یہ کہہ کر جان چھڑانا چاہتے ہیں کہ علامہ فرہارویؒ جس اعادہ کے قائل ہیں وہ آپ کو مفید نہیں۔ چلو اعادہ کی جس "قسم" کے وہ قائل ہیں وہ تم بتادو مگر آگے صاحب مکائد بالکل خاموش ہے بلکہ ان کے تمام بڑے اعادہ روح کے متعلق اکابرین اہل سنت کی عبارات دیکھ کر مرغ بسمل کی طرح تڑپتے ہیں۔ اعادہ روح کے متعلق مماتیوں کی تضاد بیانیاں ملاحظہ ہوں۔

اعادہ روح اور سجاد بخاری صاحب:

جمعیت اشاعت التوحید کے ترجمان جناب ماسٹر سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں "مومنین کی روحیں عنصری بدنوں میں نہیں ہوتیں بلکہ مثالی بدنوں میں ہوتی ہیں الخ

(اقامتہ البرہان ص۹۹)

قرآن مجید کی یہ نص صریح اعادہ روح مفہوم مذکور کو باطل ٹھہراتی ہے۔

(اقامتہ البرہان ص ۱۵۸)

نکیرین کے وقت بدن میں روح کا اعادہ کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں (اقامتہ البرہان ص۲۵۷) نیز شیخ القرآن مولانا ماسٹر غلام اللہ خان صاحب نے بھی لکھا ہے "ارواح کا ابدان میں اعادہ نفخ ثانیہ پر ہوگا"۔ (جواہر القرآن ص۱۹۴)

مولانا محمد حسین نیلوی کا اعادۂ روح کے متعلق انکار:

اس جسد عنصری میں بعد از دفن دوبارہ روح کا آنا اور میت کا قبر میں زندہ ہونا یہ کوئی مسئلہ نہیں۔ (ندائے حق ج۱ ص۱۷۴)

مولانا نیلوی کا اعادہ روح کے متعلق اقرار:

مولانا نیلوی انکار اعادہ روح کے بعد رقمطراز ہیں

''میت صرف قبر کے عذاب وثواب ہی کو محسوس کرنے کی قدر زندہ کیا جاتا ہے۔

(ندائے حق ج ا ص ۱۸)

''تمام اہل سنت والجماعتہ اس پر متفق ہیں کہ قبر یعنی عالم برزخ میں میت کی طرف حیات اور زندگی واپس آجاتی ہے۔ کرامیہ اور ان کے موافقین اس بارے میں مذہب اہل سنت والجماعتہ کے مخالف ہیں۔ (ندائے حق ج ا ص ۱۸۴)

''بعد از موت حیات ثانیہ برزخیہ میں کسی کا اختلاف نہیں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے۔ اس حیات برزخیہ کا انکار قطعیات ومحکمات کا انکار ہے۔

(ندائے حق ج ا ص ۱)

''اللہ تعالیٰ قبر میں میت کی طرف دوبارہ ایک خاص قسم کی حیات دے دیتے ہیں اور دیتے بھی اسی قدر ہیں کہ جتنے سے دکھ یا سکھ محسوس کر سکے۔ (ندائے حق ج ا ص ۱۹)

قارئین کرام!

سجاد بخاری صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کی عبارات کو بغور پڑھیئے۔ نیز مولانا نیلوی کی پہلی عبارت کو پڑھیئے اور بعد ازاں دوسری عبارات کو پڑھیئے کہ کہیں یہ اعادۂ روح کا انکار کرتے نظر آتے ہیں اور کہیں اقرار۔ صاحب الفتح المبین ذرا اپنے علمی جملے ''بول علی القول'' کا جائزہ لے بتائیں کہ یہ عادت کہیں آپ کے اپنے گھر میں نہ پائی جاتی ہو۔

اشاعت التوحید میں مساٹیر کی بھرتی:

ہم نے تعویذ المسلمین میں شیخ القرآن صاحب کے متعلق لکھا تھا کہ ابتداءً وہ اسلامیہ ہائی سکول میں ٹیچر تھے لہٰذا مماتیوں کو حضرت اوکاڑویؒ کو طنزاً ماسٹر کہنے کا حق نہیں

ہے۔صاحب مکائدا پنی کتاب الفتح المبین میں اپنی عادت سے باز نہیں آئے اور پھر حضرتؒ کے متعلق نازیبا جملوں کا استعمال کیا۔ یہ حضرت اوکاڑویؒ کی کرامت ہے کے جب ہم نے مزید غور وخوض کیا تو اشاعت التوحید میں اچھے خاصے ماسٹرز برآمد ہو گئے۔مثلاً۔

ماسٹر سجاد بخاری صاحب:

مولانا حسین علی واں بھچرویؒ کی سوانح حیات میاں محمد الیاس نے لکھی ہے۔ اس میں سید سجاد بخاری صاحب کے متعلق لکھا ہے" انہوں نے محنت شاقہ سے انگریزی زبان سیکھی اور دوایک سکولوں میں انگلش ٹیچر کی حیثیت سے کام کیا الخ۔

(مولانا حسین علی، شخصیت، کردار، تعلیمات ص ۳۴۷)

ماسٹر محمد حسین نیلوی صاحب:

مولانا محمد حسین نیلوی شاہ کے متعلق میاں الیاس صاحب اپنی اسی کتاب میں تحریر کرتے ہیں" کچھ عرصہ موچھ (ضلع میانوالی) کے ہائی سکول میں ٹیچر رہے۔اس کے بعد وہاں سے چوکیرہ آگئے اور تقریباً گیارہ سال تک وہاں تدریس کی۔

(سوانح مولانا حسین علی ص ۳۵۶)

ماسٹر عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری:

شاہ صاحب کی سوانح حیات انہی کے ایک ہمنام عنایت اللہ گجراتی نے لکھی ہے اس میں لکھا ہے" اور سکول میں فارسی پڑھنے والے بچوں کو آپ ہی پڑھایا کرتے تھے الخ

(سوانح حیات ص ۲۹)

ماسٹر غلام اللہ خان صاحب:

شیخ القرآن کی سوانح حیات مولانا عبدالمعبود صاحب نے لکھی ہے جن کو صاحب

مکائد نے ''مستورالحال'' کا خطاب دیا ہے۔مولانا عبدالمعبود صاحب کی مرتب کردہ سوانح شیخ القرآن منکرین حیات کو اس لئے قبول نہیں کہ مرتب نے اس میں حقیقت پسندی سے کام لیا ہے۔کئی ایک حقائق کے علاوہ ان کو ماسٹر بھی ثابت کیا ہے کہ وہ راولپنڈی کے ایک ہائی سکول میں ٹیچر رہے الخ (مزید تفصیل کیلئے تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین ص ۱۹۳)

قارئین کرام!

خود اندازہ کریں کہ ماسٹر ایک مقدس پیشہ ہے۔ہم قطعاً حقارت یا طنز کے طور پر ان حضرات کو ماسٹر ثابت نہیں کر رہے بلکہ احمق لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کہ اگر مولانا محمد امین صفدرؒ کو ماسٹر کہہ کر ان کے علم وفضل کا انکار کیا جا سکتا ہے تو ان پرانے ماسٹرز حضرات کے علم وفضل کا جنازہ کیوں نہیں نکلتا؟

قارئین کرام! بات اعادۂ روح سے چلی تھی درمیان میں ماسٹروں سے پالا پڑ گیا۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں۔

ان الاحادیث مصرحته باعادة الروح الی البدن عندالسئوال

(شرح الصدور ص ۶۰)

علامہ سلفی کا ارشاد پڑھیں۔

عود الروح الی الجسد فی القبر ثابت علی الصحیح لجمیع الموتیٰ

(بشریٰ کئیب ص ۹۷)

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

ان سائر الاحادیث الصحیحته المتواتره تدل علی عودالروح الی البدن

(شرح حدیث النزول ص ۸۲)

تمام احادیث صحیحہ متواترہ روح کے بدن میں اعادہ پر دلالت کرتی ہیں۔علامہ ابن تیمیہؒ کے

اس قول کی تائید ابن قیمؒ نے کی ہے۔ (ملاحظہ ہو کتاب الروح ص ۶۲)

مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کا ارشاد گرامی:

قارئین کرام! اعادہ روح مذہب اہل سنت ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں، اگر ہم علمائے متقدمین کی عبارات لکھنے بیٹھ جائیں تو اندیشۂ طوالت ہے۔ سطور بالا میں چند ایک عبارات پیش کرنے کے بعد مفتی اعظم ہند کا ارشاد پڑھیے۔

''میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس قدر حیات اس میں ڈالی جاتی ہے کہ وہ آرام یا تکلیف کو محسوس کر سکے''۔ (کفایت المفتی جلد نمبر ا ص ۱۹۶)

آیت عہد الست اور صاحب مکائد کی نادانی:

ہم نے تعویذ المسلمین ص ۴۰ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آل فرعون روح اور جسم دونوں کو کہا جاتا ہے۔ دنیا میں آل فرعون ارواح مع الاجساد کے غرق ہوئے۔ قیامت کے دن عذاب بھی ارواح و اجسام دونوں پر مرتب ہوگا، تو درمیان میں جو برزخی زندگی ہے یہاں عذاب صرف ارواح پر کیوں ہے؟ اجسام شریک کیوں نہیں؟ آیت قرآنی ''النار یعرضون عَلَیھا غُدُوًّا وَ عَشِیًّا وَیَومَ تَقُوْمُ الساعَتہ اَدْخِلُوا آلَ فِرْعَونَ اَشَدَّ العَذَاب'' میں تینوں عالم کے عذاب کا ذکر ہے۔ اس کا جواب مولوی خضر صاحب سے بالکل نہ بن سکا آئیں، بائیں، شائیں کرنے کے بعد یہ آیت اور اس کے تحت لکھتے ہیں۔ واذ اخذ ربك من بنی آدم من ظھورھم و ذریتھم واشھد ھم عَلٰی انفسھم ـ الست بربکم قالو بلٰی شھدنا ان تقولوا یوم القیامته انا کنا عن ھذا غفلین ـ آیت مذکورہ میں جس میثاق کا ذکر ہے وہاں پر اوکاڑوی اینڈ کمپنی کے اجساد عنصریہ موجود تھے یا ارواح؟ اور اگر کوئی سوال کرے کہ ذریت سے مراد آپ حضرات کے نزدیک روح اور جسد دونوں ہوتے ہیں جبکہ روز میثاق ماسٹر اوکاڑوی اینڈ کمپنی کے اجساد عنصریہ موجود نہیں تھے لہذا ماسٹر اوکاڑوی اینڈ

کمپنی ذریت آدم سے خارج ہے۔تو کیاارشاد ہوگا؟(الفتح المبین ص۷۹)

الجواب:

سب سے پہلا ارشاد تو یہ ہوگا کہ صاحب مکائد انتہائی نکھٹو اور پگلے ہیں۔اور دوسرا ارشاد یہ ہوگا کہ عصر ہذا کے معتزلین کے جملہ اکابر واصاغر کی تحقیقات دریا بُرد کردینے کے قابل ہیں۔اگلا ارشاد ملاحظہ کریں اور اپنی جُہل وکذب والی مرض کی دوا کریں۔سب سے پہلے آیت کا ترجمہ دیکھیں۔''اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں میں سے ان کی اولاد کو نکالا اوران سے انکی جانوں پر اقرار کرایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں بولے ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔کبھی کہنے لگو کہ قیامت کے دن ہم کو تو اس کی خبر نہ تھی۔

(پارہ نمبر۹ رکوع نمبر۱۱ آیت نمبر۱۷۲)

قارئین کرام!

اس آیت میں اس عہد کا ذکر ہے جو تمام بنی آدم سے ان کی اس دنیا میں پیدائش سے پہلے عالم ارواح میں لیا گیا تھا۔انسان دراصل روح کا نام ہے جس کو بدن کچھ مدت تک رہنے کے لئے ملا ہے۔بدن یا نفس چونکہ اس دنیا کی چیز ہے اس لئے وہ اسے دنیا کی طرف کھینچتا ہے۔لیکن روح عالم بالا سے تعلق رکھتی ہے اوراس میں فطری طور پر اپنے رب کی پہچان موجود ہے۔اگر بدن خواہشات سے پاک وصاف ہوجائے تو اپنے رب کی طرف مائل ہوتی ہے۔اس لئے بدن اور روح کی کشمکش جاری رہتی ہے اورانسان اکثر بدنی آرام وآرائش کے خیال میں پھنس کر روح کے تقاضوں سے غافل ہوجاتا ہے۔اس غفلت کو زائل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بھیجے جاتے ہیں اور وہ اس کو بتاتے ہیں کہ بدن ایک عارضی چیز ہے اورروح ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ روح میں تو فطری طور پر خداشناسی موجود تھی۔پھر روحِ محض سے عہد کیوں لیا گیا؟اور

اسی سوال کا جواب نہ پا کر معتزلی محقق صاحب مکائد بغلیں بجانے لگا کہ جب بقول ہمارے آل کا اطلاق روح وجسم دونوں پر ہوتا ہے تو اس آیت میں ''ذریت'' کا اطلاق صرف روح پر ہے۔ کیونکہ اجسام وہاں تھے نہیں۔ صاحب مکائد بگوش ہوش سُن لے ذریت آدم سے مراد صرف ارواح نہیں۔ دونوں مراد ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ ہر عالم میں کیفیات نوعیات مختلف ہوتی ہیں۔ مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحبؒ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ ''قرآن مجید میں اس سب ذرّیت آدم سے اپنی ربوبیت کا اقرار لینے میں اس کی طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ یہ ذرّیت آدم جو اس وقت پشتوں سے نکالی گئی تھی صرف ارواح نہیں تھیں بلکہ روح اور جسم کا ایسا مرکب تھا جو جسم کے لطیف ترین ذرات سے بنایا گیا تھا۔ کیونکہ ربوبیت اور تربیت کی ضرورت زیادہ تر وہیں ہوتی ہے جہاں جسم وروح کا مرکب ہو اور جس کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی کرنی ہو، ارواح کی یہ شان نہیں ہوتی وہ تو اول سے آخر تک ایک ہی حال پر ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ احادیثِ مذکورہ میں جوان کے رنگ سفید وسیاہ مذکور ہیں یا ان کی پیشانی کی چمک مذکور ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف روح بلا جسم نہیں تھی ورنہ روح کا تو کوئی رنگ نہیں ہوتا۔ جسم ہی کے ساتھ کہ اوصاف متعلق ہوتے ہیں، الخ (معارف القرآن جلد نمبر ۴ ص ۱۱۳، ۱۱۴)

صاحب مکائد بار بار مذکورہ بالا بحث پڑھیں۔ چونکہ ہم حقیقت سے لاعلم نہیں ہیں اس لئے ہم نہیں کہتے کہ عنایت شاہی اینڈ کمپنی ذرّیت آدم سے خارج ہے البتہ آدمیت نام کی کوئی چیز ان میں نظر نہیں آتی۔

آدمیّت اور شئی ہے علم ہے کوئی اور شئی
کتنا طوطے کو رٹایا پر حیوان ہی رہا

فسقِ یزید کا مسئلہ:

دورِ حاضر کے معتزلہ بعض غیر متعلقہ مسائل کو خواہ مخواہ کھینچتے رہتے ہیں۔ مقصد کتاب کی ضخامت بڑھانا ہوتا ہے۔ ہم نے یزید کے مسئلہ پر المسلک المنصور میں پیش کردہ تمام ہزلیات کا جواب تعویذ المسلمین میں دے دیا ہے۔ مگر المسلک المنصور کے مؤلف الفتح المبین میں پھر وہی اوٹ پٹانگ باتیں لے آئے۔ چنانچہ "یزید کے متعلق ہمارا موقف" اس کے تحت لکھتے ہیں "یزید کے متعلق ہمارا نظریہ یہ ہے کہ یزید جتنا بڑا فاسق اور فاجر بھی ہو تو صاحب شرور لاہوری، کذاب ٹامنی، محرف کہروڑی و دیگر شریر واہیاتی بزمی اور ماسٹر اوکاڑوی وغیرہ سے لاکھ درجہ بہتر تھا۔ کیونکہ یزید نے کبھی قرآن اور سنتِ رسول کی صریح تحریف کا جرم نہیں کیا۔ الخ (الفتح المبین ص ۱۴۲)

جواب:

معتزلی صاحب مکائد یزید کو لاکھ درجات کی بہتری اس لئے دے رہے ہیں کہ اس شقی القلب نے خاندان نبوت کو اتنی آسانی سے تہ تیغ کر دیا کہ آٹے سے بال کا نکالنا بھی مشکل ہے۔ اس نے نواسۂ رسول کو معاف نہ کیا اور یہ کمبخت لوگ سیدنا حسینؓ کے نانا امام الانبیاء ﷺ کی برزخی حیات کے منکر ہو کر سعادت و شرافت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ باقی حضرت اوکاڑویؒ کی تجلیاتِ صفدر پر جو اعتراض کیا گیا ہم نے اس کا جواب تعویذ المسلمین میں دے دیا ہے۔ المسلک المنصور میں جو فضول بھرتی کی گئی تھی من و عن وہی عبارات الفتح المبین میں ہیں۔ یعنی مزید بزدلی سے پردہ اٹھ گیا کہ الفتح المبین کے مؤلف بھی صاحب المسلک المنصور ہیں۔ نامعلوم یہ کھل کر سامنے آنے کی جرأت کیوں نہیں کرتے؟

عامل سنت یوسفی؟:

مولانا محمد حسین نیلوی صاحب نے ''مظلوم کربلا'' کتاب کے اندر امام عالی مقام سیدنا حسینؓ کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کیئے خونِ ناحق اہل بیتؓ رنگ لایا اور بالآخر نیلوی صاحب پابندِ سلاسل کر دیئے گئے۔ نیلوی صاحب نے امام عالی مقام سیدنا حسینؓ کا خونِ ناحق چھپانے کی سرتوڑ کوشش کی لیکن

خونِ ناحق بھی چھپانے سے کہیں چھپتا ہے؟
کیوں وہ بیٹھے ہیں میری نعش پہ دامن ڈالے

قصہ مختصر نیلوی صاحب جیل میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم نے اپنی کتاب تعویذ المسلمین میں جناب نیلوی صاحب کو ''اسیر ناموسِ یزید'' کے لقب سے نوازا تھا۔ بس پھر کیا ہوا؟ دوستوں کو کانٹا چبھ گیا۔ اور صاحب مکائد کو کچھ زیادہ ہی چُبھا۔ چنانچہ طیش میں آ کر ایک سرخی جماتے ہیں ''اسیر ناموس یزید یا عامل سنت یوسفی'' اس کے تحت لکھتے ہیں ''صاحب شرور نے شیخ التفسیر والحدیث، مرشد العلماء، عامل سنت یوسفی، شہید ناموس صحابہؓ (سبحان اللہ! گویا یزید صحابی تھا۔ سلفی) حضرت علامہ سید محمد حسین شاہ نیلویؒ کے بارہ میں جو بدتمیزی اور بدتہذیبی کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ صاحبِ شرور کی غلیظ ذہنیت کا ترجمان ہے۔ صاحب شرور اپنے خبثِ باطن اور مادر پدر آزادگی کا ثبوت دیتے ہوئے حضرت نیلوی شاہ صاحب کے بارہ میں لکھتا ہے ''ہم ان کو اسیر ناموس یزید کہنے کا حق رکھتے ہیں'' دراصل صاحب شرور کا پیر و مرشد قاضی مظہر صاحب چکوالی ایک قتل کیس میں کافی عرصہ مبتلائے عذاب رہا، صاحب شرور قاضی صاحب کے اس کرتوت پر پردہ ڈالنے کے لئے حضرت نیلوی پر بکواس بازی کر کے کمینگی کا ثبوت دیتے ہوئے شور مچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ (مزید لکھتے ہیں) حضرت نیلوی شاہ صاحبؒ کو سنت یوسفی پر عامل ہونے کی اللہ نے سعادت بخشی الخ (الفتح المبین ص ۱۴۵)

جواب:

خدا جانے شاہ صاحب کے پیچھے کونسی ''زلیخا'' پڑ گئی تھی کہ جس کی دعوت عصیاں سے دامن عصمت بچا کر وہ عامل سنت یوسفی ہو گئے؟ ہم ان کی ذات پر زیادہ کلام نہیں کرتے کہ وہ اس فانی دنیا کو چھوڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی لغزشوں سے درگذر فرمائے (آمین ثم آمین) لیکن نظریات وتحریرات دنیا ہی میں رہ جاتی ہیں۔ اور اس حقیقت سے آنکھ بند کر کے کوئی جائے تو جائے کہاں کہ انہوں نے اپنی متنازعہ کتاب میں واقعہ کربلا کو مسخ کر کے یزید کو بچانے کی کافی کوشش کی۔ جس میں وہ ناکام رہے۔

گھوڑے تو دوڑے تھے لاشۂ شبیر پر
تاریخ نے یزید کو روند کر رکھ دیا۔

نیلوی صاحب کی کتاب ''مظلوم کربلا''

ہم نے ''تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین'' میں بھی وضاحت کر دی ہے کہ نیلوی صاحب کی گرفتاری انکی کتاب ''مظلوم کربلا'' کی اشاعت کے بعد ہوئی اور پھر حالت اسیری ہی میں وہ انتقال کر گئے۔ جس طرح فسق یزید پر بھی یہ بزرگان دیوبند سے متصادم ہیں (اس عنوان پر ہمارا رسالہ ''یزیدی فتنہ'' کا مطالعہ کیا جائے) نیلوی صاحب نے بھی اپنی کتاب میں جگہ جگہ امام عالی مقام سیدنا حسینؓ پر تنقید کی ہے اور یزید کی ناجائز وکالت کی ہے چنانچہ ایک مقام پر لکھتے ہیں ''حضرت حسینؓ کو زبردستی عورتوں بچوں سمیت اغواء کیا گیا الخ (مظلوم کربلا ص ۲۶) ایک اور مقام پر لکھتے ہیں ''امام حسینؓ سے تو جنرل ضیاء الحق ہی اچھا رہا کہ جب بھی اسے کوئی مہم پیش آتی تو سیدھا مکہ شریف جا پہنچتا'' الخ (ص ۱۰۰)

قارئین کرام! مذہب اہل سنت اعتدال کا مذہب ہے اور اہل سنت خصوصاً اصحاب رسولؐ کے بارہ میں انتہائی حساس مزاج رکھتے ہیں لیکن نیلوی صاحب کی مذکورہ بالا

عبارات پڑھنے کے بعد منکرین حیات النبیؐ کے ناصبی اور خارجی ہونے میں بھی کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

باقی جہاں تک مظہر شریعت وطریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ (خلیفہ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ) کی گرفتاری کا تعلق ہے۔ وہ مختصراً حضرتؒ کی کتاب کا ہم ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔ حضرتؒ فرماتے ہیں۔

''ستمبر ۱۹۳۹ء میں دارالعلوم (دیوبند) سے فراغت کے بعد میں اپنے وطن موضع بھیں تحصیل چکوال میں ہی رہ کر وقتاً فوقتاً سنی دیوبندی مسلک کی تبلیغ کے لئے علاقہ بھر میں جلسے کرتا رہا۔ ہمارا علاقہ اکابر دیوبند سے آشنا نہ تھا۔ رفض و بدعت کے اثرات پھیلے ہوئے تھے۔ چکوال شہر میں بھی صرف چند گنے چنے افراد اکابر دیوبند سے عقیدت رکھتے تھے۔ الحمدللہ ان جلسوں کے ذریعے عوام اکابر دیوبند کے مسلک حق کو سمجھنے لگ گئے تھے کہ اچانک اپنے گاؤں میں ایک متنازعہ مکان کے بارے میں ہماری لڑائی ہوگئی۔ مخالف فریق کا سرغنہ ایک چوھدری تھا جو اہل تشیع سے تعلق رکھتا تھا۔ چوھدری صاحبان سے قرابت کی وجہ سے دوسرے گاؤں ایک قد آور لڑکا سنی نوجوان بھی اس کی حمایت میں آگیا تھا۔ اس نے مجھ پر حملہ کرنے میں پہل کی جس سے میں زخمی ہوگیا۔ لیکن میری دفاعی ضرب سے وہ شدید زخمی ہوکر بھاگ نکلا۔ میں نے اس کا تعاقب کیا تو اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اور مخالف فریق کے چند اور ساتھی سرغنہ سمیت بھاگ گئے اور زخم چونکہ شدید تھا۔ اس کے لوگ تین چار کوس کے فاصلہ پر تھانہ ڈوھمن کے ہسپتال لے گئے۔ اور وہ وہاں انتقال کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں اور جنت نصیب ہو۔ (آمین) یہ غالباً جون یا جولائی ۱۹۴۱ء کا واقعہ ہے۔ میں تو چونکہ زخمی تھا اور مقدمہ سے نکل نہیں سکتا تھا۔ مخالفین نے مقتول مرحوم سے ہی بیان دلوادیا کہ اس کو میرے بڑے بھائی

مولوی منظور حسین سے قتل کیا حالانکہ وہ اس لڑائی میں موجود ہی نہیں تھے باہر کھیت میں گئے ہوئے تھے .... ہم پر دفعہ ۳۰۲ کے تحت قتل کا مقدمہ چلا اور بالآخر ہم چاروں کو سیشن جج جہلم نے عمر قید کی سزا سنا دی اور اس وقت عمر قید کے سزا یافتہ کو ۲۰ سال قیدی تصور کیا جاتا تھا جس میں سے چودہ سال قید بامشقت کاٹنی پڑتی تھی۔

(ماہ نامہ حق چار یارؓ لاہور کا شیخ الادب نمبر ص ۱۶، ۱۷)

حضرتؒ ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ قتل اپنے گاؤں کی ایک لڑائی میں ہوا تھا۔ فریق مخالف کے ایک جوان نے (جو دوسرے گاؤں سے آیا تھا) پہلے مجھ پر وار کیا تھا۔ میں نے اس کا دفاع کیا جس میں اسے کاری ضرب لگی۔ وہ بھاگ کھڑا ہوا میں نے اس کا تعاقب کیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ آخر وہ ہسپتال میں وفات پا گیا۔ میں نے شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ کی خدمت جیل سے یہ سارا واقعہ لکھ دیا تھا۔ اور یہ بھی رہائی کے بعد عرض کیا تھا کہ میں مرحوم کے ورثاء سے معافی مانگوں گا تو شیخ الادب نے فرمایا تھا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ (کشف خارجیت ص ۱۰۸)

قارئین کرام!

یہ ہے حضرت قاضی صاحبؒ کے مقدمے کی نوعیت منکرین حیات النبی ﷺ پرانے مردے اکھاڑ کر نیلوی صاحب کے مقدمے کو عوام کی نظروں سے اوجھل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ "یزید کے بارے میں ہمارا موقف" کی سرخی تو جما دی گئی مگر مؤقف پھر بھی پیش نہ کیا سوائے اول فول بکنے کے۔

پاکستان میں بڑھتا ہوا یزیدی فتنہ:

مسلک دیوبند مسلک اعتدال ہے۔ یزید کے متعلق ہمارے اکابر سکوت کا حکم

فرماتے ہیں۔لیکن سکوت کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ وہ قتلِ حسینؓ سے اس کو بری الذمہ سمجھتے ہیں۔آئے روزان کی جانب سے مختلف قسم کے پمفلٹس اور کتابیں حمایت یزید میں چھپ کر آرہی ہیں۔جس سے عوام الناس کا اچھا خاصا طبقہ ہیجانی کیفیت کا شکار ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

امام کاندھلویؒ کی ایک عبارت:

ہم نے اپنی کتاب ''تعویذ المسلمین'' کے صفحہ نمبر ۸۷ پر محدث کبیر مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی مندرجہ ذیل عبارت پیش کی۔

''احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی حیات مبارکہ میں حضرات انبیاءؑ کی ارواح طیبہ سے ملاقات فرماتے تھے، مکہ مکرمہ سے جب معراج کے لئے براق پر روانہ ہوئے تو راستہ میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ ان حضرات نے حضور ﷺ کو سلام کیا اور حضور ﷺ نے جواب دیا۔ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت عیسیٰؑ کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا اور حضرت موسیٰؑ کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا پس جس طرح نبی اکرم ﷺ اس عالم میں تشریف فرما تھے اور حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ عالم برزخ میں تھے اور ملاقات ہوتی رہی اور سلام و کلام ہوتا رہا الخ (القول المحکم ص ۳۰)

صاحب مکائد کی حاشیہ آرائی:

صاحب مکائد ''صاحب شرور مرزا قادیانی کی گود میں'' کی سرخی جما کر پہلے ہماری پیش کردہ علامہ کاندھلویؒ کی عبارت درج کرتے ہیں اور بعدازاں یوں تبصرہ کرتے ہیں۔''تمام باتوں سے قطع نظر ہم صاحب شرور سے پوچھتے ہیں کہ اگر آپ کا اسی عبارت پر ایمان ہے تو ٹھنڈے دل سے بتائیں کہ عالم برزخ میں موت کے بعد انسان پہنچتا ہے یا بغیر موت کے؟ اگر موت کے بعد پہنچتا ہے تو حضرت عیسیٰؑ کا جو برزخ میں ہونا بتلایا جارہا

ہےتو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ پر موت آچکی ہے۔اور وفات عیسیٰؑ کا نظریہ خالص مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے۔ ماشاء اللہ اب تو صاحب شرور نے بڑی اچھی ترقی فرمائی ہے کہ سفر کرتے کرتے ننھیال پہنچ گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ واپس آنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (الفتح المبین ص۱۱۹)

الجواب:

پہلی بات تو یہ ہے کہ عبارت ہم نے مولانا ادریس کاندھلویؒ کی پیش کی ہے۔ اور آپ کا علمی مقام نہایت بلند و بالا ہے۔ دھرتی کے سارے معتزلیہ اور مماتی اکٹھے ہو جائیں تو امام کاندھلویؒ کی بغل کے پسینے جتنی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں حضرت عیسیٰؑ کا جو برزخ میں ہونا بتلایا گیا ہےتو وہ بایں معنٰی کہ آپ پردے میں ہیں ،نظروں سے اوجھل ہیں ،آسمانوں پر ہیں ،دنیا میں نہیں ہیں۔کیونکہ برزخ کا معنی پردہ ہے۔اس معنی میں نہیں کہ آپ العیاذ باللہ ذائقہ موت چکھ کر عالم برزخ میں چلے گئے۔یہ مماتی مؤلف کی یاوہ گوئی ہے۔

گویا مرزا قادیانی کی گود میں بیٹھنے کا طعنہ ہمیں نہیں دراصل علامہ کاندھلویؒ کو دیا جارہا ہے۔یہ مماتی نادان کی ذہنیت۔عبرت،عبرت،عبرت۔فاعتبروا یا اولی الابصار۔ہم العیاذ باللہ وفاتِ عیسیٰؑ کے قائل ہوکر ننھیال نہیں پہنچے۔البتہ صاحب مکائد کے پیر سید عنایت اللہ شاہ جی حیات النبی ﷺ کے منکر ہوکر ددھیال ضرور پہنچ گئے تھے۔ کیونکہ شاہ جی نے ٹیکسلا کے ایک رافضی ریاض حسین کی انجمن سادات کے جلسہ میں شرکت کی تھی۔(دیکھیے روزنامہ جنگ راولپنڈی ۵ ستمبر ۱۹۷۵ء) مزید تفصیل کے لئے ''ضرب المہند علی القول المسند'' کی طرف رجوع کیا جائے۔

شیشہ دیکھ کے مت گھبرا
کردار اپنا تو دیکھ ذرا

صاحب مکائد کی خباثت:

صاحب مکائد اپنے مجموعہ مکائد کے ص ۱۱۵ پر ''اوکاڑوی صاحب کے مناظروں کی حقیقت'' کا عنوان قائم کرتے ہیں۔اور پھر آپکی علمی پوزیشن پر تبصرہ کرتے ہوئے مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب کا حضرت اوکاڑویؒ پر لکھے گئے مضمون کا ادھورا اقتباس پیش کرتے ہیں صاحب مکائد نے جو اقتباس پیش کیا ہے وہ من وعن یوں ہے۔

'' مفتی عبدالقدوس ترمذی لکھتا ہے'' حضرت اوکاڑوی ایک مرتبہ ساہیوال تشریف لائے اور حضرت والد صاحب قدس سرہ سے فرمایا کہ میں نے حیات النبی کے موضوع پر منکرین حیات کے عمائدین سے مناظرے کئے ہیں اور مناظروں میں ان کو شکست فاش بھی دی ہے۔ پھر اس موضوع سے متعلق کافی کتب،تحریرات کا بغور مطالعہ بھی کیا ہے۔لیکن مجھے اب تک منقح طور پر واضح نہیں ہوا کہ ہمارے اور فریق مخالف کے مابین محل نزاع کیا ہے۔اس پر حضرت نے ان کے سامنے ایک تقریر فرمائی جس سے محل نزاع کی قدرے تعین ہوئی۔مگر مولانا اوکاڑوی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے پورے طور پر اطمینان نہیں ہوا اور میں واپس آیا۔(ماہ نامہ الخیر کا مولانا اوکاڑوی نمبر)(الفتح المبین ص ۱۱۵)

صاحب مکائد یہ اقتباس پیش کرنے کے بعد رقمطراز ہیں''جس آدمی کو محل نزاع کا بھی علم نہیں اور اصل مسئلے ہی سے جاہل ہے وہ بیچارہ مناظرہ کیا کرے گا؟ الخ

الجواب:

مماتی نام نہاد محقق نے مولانا عبدالقدوس ترمذی کے مضمون کی ادھوری عبارت پیش کر کے عادتاً باؤلے جانور کی طرح صوتِ مخصوص میں چلانا شروع کر دیا اور بقیہ عبارت کو ماں کا دودھ سمجھ کر پی گئے۔اس کے آگے یہ عبارت ہے'' پھر کچھ عرصہ بعد ساہیوال جامعہ حقانیہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ حضرتؒ (مولانا عبدالشکور ترمذیؒ) دروازہ میں کھڑے

ہیں مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے کہ میں تمہیں یاد کر رہا تھا۔اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھیج دیا،ہنس کے فرمایا کہ تم لوگ کرامتوں کے قائل نہیں ہو،کیا یہ کرامت نہیں کہ تم اس وقت پہنچ گئے۔پھر فرمانے لگے میں تمہیں اس لئے یاد کر رہا تھا کہ آپ نے جو سوال کیا تھا اس کا تفصیلی جواب مل گیا ہے۔میرا دل چاہ رہا تھا کہ کسی طرح وہ آپ تک پہنچادوں۔پھر حضرت نے مجھے وہ مفصل تحریر پڑھ کر سنائی جو اس موضوع سے متعلق حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے تحریر فرمائی تھی۔اس میں واضح طور پر محل نزاع اور موضوع کی تعیین تھی۔یہ تحریر حضرت نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر سے حاصل فرمائی تھی۔اسے پڑھ کر پہلی مرتبہ واضح اور منقح طور پر موضوع اور محل نزاع کا علم ہوا جس پر بڑی خوشی ہوئی۔(ماہ نامہ الخیر کا حضرت اوکاڑوی نمبر ص ۲۳۹)

قارئین کرام!

یہ ہے منکرین حیات النبی ﷺ کی دیانت کا نمونہ کہ آدھی عبارت تو دیدی اور بقیہ بغیر ڈکار لئے ہڑپ کر گئے۔علاوہ ازیں ہم کئی بار اس امر کا اظہار کر چکے ہیں کہ کسی زمانے میں علامہ اوکاڑویؒ نے شاہ صاحب گجرات والوں کی غیر مقلدیت کے بھوت سے جان چھڑا کر مشکل کشائی کی تھی۔مگر جب ان کے خود ساختہ اور گمراہ کن عقیدے کے خلاف مولانا اوکاڑویؒ سر بکف ہو کر میدان میں اترے اور ان کے بڑے بڑے سورماؤں نے پتے پانی ہوتے دیکھے تو جاھلوں کی طرح اوٹ پٹانگ ہانکنا شروع کر دیں۔بات بات پر اہل علم کو جاہل کہنا بذات خود جہالت ہے۔اس مشکوک النسب ٹولے سے کوئی پوچھے کہ مولانا اوکاڑویؒ بقول تمہارے اتنے ہی علم سے دور تھے تو ساری زندگی ان کے سامنے تمہارے قدم کیوں نہ ٹک سکے؟ مولانا اوکاڑویؒ کے علم و فضل اور امام المناظرین ہونے کا اتنا ہی ثبوت کافی ہے کہ آج ان کی وفات کے بعد بھی یہ مماتی ٹولہ ان کا نام سن کر یوں بھاگتا ہے جیسے شیر ببر کو دیکھ کر گیدڑوں کا ریوڑ بھاگتا ہے۔فاعتبرو یا اولی الابصار۔

مولانا عبدالحق خان صاحب بشیر سے مماتیوں کو تکلیف:

امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ کے فرزند سعادت مند مولانا عبدالحق خان صاحب بشیر کے متعلق صاحب مکائد نے اپنی خاندانی زبان استعمال کی ہے۔ ہاتھ اور زبان کا ناجائز استعمال ان غنڈوں کو ''بزرگِ گجرات'' سے ورثے میں ملا ہے۔ ان پر برسنے کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ فتنوں کے خلاف سرگرم رہتے ہیں۔ اور منکرین حیات النبی ﷺ کو بھی انہوں نے چھٹی کا دودھ یاد دلایا ہے۔ صاحب مکائد کے معدے میں کیڑوں کا بلبلانا بھی یقینی تھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

''صاحب شرور نے ایک نوٹ کے تحت عبدالحق خان بشیر کو امام اہل سنت بناتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ بشیر صاحب نے رسالہ نور بصیرت بہاولپور میں دارالافتاء کے مفتیان عظام کی تردید کی ہے۔ عرض ہے کہ مولوی خان بشیر صاحب کو امام اہل سنت کہنا اکابرین اہل سنت والجماعت کی سخت توہین ہے۔ کیونکہ خان صاحب جھوٹ بولنے میں انتہائی بے باک واقع ہوئے ہیں۔ (الفتح المبین ص ۱۱۴)

جواب:

صاحب مکائد آنکھیں کھول کے بلکہ پھاڑ کے تعویذ المسلمین کا صفحہ ۷۶ دیکھ لیں کہ وہاں ''ابن امام اہل سنت'' لکھا گیا ہے۔ یعنی حضرت شیخ صفدر مدظلہ کے فرزند کو ابن امام اہل سنت کہا گیا۔ لیکن ان دوستوں کی آنکھوں پر ضد و تعصب کے ساتھ بے حیائی اور ڈھیٹ پن کی بھی سیاہ پٹیاں چڑھی ہوئی ہیں۔ جھوٹ بولنے کی مہارت مماتیوں سے زیادہ اور کسے ہو سکتی ہے۔ جو ساٹھ سال سے توحید و سنت کے نام پر بڑے تسلسل کے ساتھ جھوٹ بول رہے ہیں۔ ایک سے بڑھ کر ایک جھوٹا ان میں نظر آئے گا۔ اور اب یہ ''کذاب'' ٹولہ پچوں پر کیچڑ اچھال کر اپنی خفت مٹا رہا ہے۔

''لا یُذِیقَكَ اللّٰهُ الموتَتَین '' کی بحث:

بخاری شریف میں موجود خطبہ صدیق اکبرؓ میں یہ جملہ کہ '' اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتوں کا ذائقہ نہیں چکھائیں گے'' پر صاحب مکائد نے پھر بلاوجہ غیر متعلقہ بحث کر دی ہے۔صاحب مکائد نے مجموعہ مکائدالموسوم بہ الفتح المبین کے ص ۱۲۸ تا ص ۱۳۱ تک جو بحث کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ صدیق اکبرؓ کا مقصود ان لوگوں کا رد کرنا تھا جو یہ کہتے تھے کہ آنحضرت ﷺ دوبارہ زندہ ہوں گے۔اور منافقین کو سزا دیں گے۔اگر ایسا ہو تو آپ کی وفات اور موت دوبارہ ہو جائے گی۔نیز اس جملے کے شارحین حدیث نے چار مطالب بیان کیے ہیں۔وغیرہ۔

جواب:

وہ چار مطالب کس نے بیان کیے؟اور احسن قول کونسا قرار دیا اسکو صاحب مکائد ہڑپ کر گئے۔کیونکہ مآخذ تھا نہیں۔پس جس طرح المسلک المنصور دس پندرہ بندوں کے مشترکہ زور سے منظر عام پر آئی ہے ایسے ہی الفتح المبین ہے۔بہر حال ہم اس پر قدرے بحث کرتے ہیں کہ چار قول بیان کر کے محدثین نے بہتر قول کسے کہا، ملاحظہ کریں۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں (اختصار کی غرض صرف عربی عبارت کا معنی دیا جا رہا ہے) ''اس میں زیادہ اشکال کی چیز حضرت ابوبکرؓ کا یہ قول ہے کہ اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔اس کے چند جوابات ہیں۔

۱: کہا گیا ہے کہ یہ اپنی حقیقت پر مبنی ہے اور اس سے ان لوگوں کی تردید کی طرف اشارہ ہے جن کا یہ گمان تھا کہ حضرت زندہ ہوں گے اور منافقین کا خاتمہ کریں گے۔اگر یہ صحیح ہوتا تو لازم آتا کہ دوبارہ موت طاری ہو تو اس کی خبر دی گئی کہ اللہ کے نزدیک حضرت اس سے اکرم واعلیٰ ہیں کہ آپ پر دو موتیں جمع کرے۔جیسا کہ ان لوگوں کے ساتھ

ہوا جن کو آیت قرآنی ''الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف ''اور''او کالذی علیٰ قریۃ ''میں بیان کیا گیا ہے اور یہ اور جوابوں سے زیادہ اسلم ہے۔

۲: اور کہا گیا کہ مراد یہ ہے کہ دوبارہ موت قبر میں نہیں ہوگی جیسا کہ اور لوگ قبر میں زندہ کئے جائیں گے اور سوال و جواب کے بعد موت طاری ہوگی، اور یہ داؤدی کا جواب ہے۔

۳: اور کہا گیا کہ دو موت سے مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذات کی موت اور شریعت کی موت جمع نہیں ہوگی۔

۴: اور کہا گیا کہ موت سے تکلیف اور اذیت مراد ہے یعنی اس موت کی تکلیف کے بعد کوئی دوسری تکلیف نہیں ہوگی۔ (فتح الباری شرح بخاری جز و۳ص۹۱)

علامہ بدرالدین عینی حنفیؒ ''قال موتتین'' کے تحت لکھتے ہیں۔''یہ قول حضرت ابوبکرؓ نے اس وقت کہا جبکہ حضرت ﷺ کی وفات ہوگئی۔ اور حضرت عمرؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو مبعوث کریں گے تو وہ منافقین کا خاتمہ کریں گے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس وقت آپ کی وفات ہوگئی پھر آخری زمانہ میں وفات ہوگی۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے اس کی تردید فرمائی کہ دنیا میں ایک ہی بار موت طاری ہوگی اور داؤدی نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ قبر میں دوبارہ موت نہیں آئے گی۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری جز ثامن ص۴۵)

کوئی توضیح حیات انبیاء کے معارض نہیں، مؤید ہے:

حافظ ابن حجرؒ نے''لا یذیقک اللہ الموتتین '' کی شرح میں چند اقوال لکھے ان میں پہلا قول جس کو واضح بتایا وہ یہی ہے کہ بعض صحابہؓ کو جب خیال پیدا ہوا کہ آنحضرت ﷺ دوبارہ زندہ ہوں گے۔ منافقین کو سزا دیں گے تب آپ کی وفات ہوگی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے تردید فرمائی کہ ایسا نہیں ہے کہ آپ زندہ ہوں اور پھر آپ پر موت طاری ہو۔ جو

مقرر تھی وہ واقع ہوگئی۔علامہ عینیؒ نے بھی اپنی شرح میں چند دوسرے اقوال ذکر کر کے اس کو لکھا ہے۔علامہ ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ دونوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کے قول کی دوسری توضیح یہ کی ہے کہ منشاء یہ ہے کہ قبر میں حضرت ﷺ کے لئے دوبارہ موت نہیں ہے یعنی جس طرح تمام لوگ قبر میں زندہ کر کے سوال و جواب کے مرحلے سے گذاریں جائیں گے پھر ان کی روح قبض کر لی جائے گی۔حضرت کے لئے ایسا نہیں ہے۔بلکہ آپ کو قبر اطہر میں زندگی عطا ہوگی تو پھر دوبارہ موت نہیں آئے گی۔اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلی توضیح واقعیت کی بناء پر صحیح ہے کیونکہ یہ مبنی بر حقیقت ہے کہ حضرت ﷺ کو دوبارہ ایسی حیات حاصل نہیں ہوگی کہ امور مہمہ دنیاوی انجام دیں اور منافقین کا خاتمہ کریں۔لیکن اس کے باوجود وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کی وہ حیات جسمانی تسلیم شدہ رہی جس کی بناء پر وہ صلوٰۃ وسلام پیش کرنے والوں کا سلام سنتے ہیں اور جواب عنایت فرماتے ہیں۔اور اپنی جسمانی حیات کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں کیونکہ اس توضیح سے اس کی نفی تو درکنار اس کی طرف اشارہ بھی نہیں پایا جاتا۔نیز حافظؒ نے اسی اجماعی عقیدے کا اظہار کیا کہ

واحسن من هذا الجواب ان يقال ان حياة ﷺ فی القبر لا يعبتها موت بل يستمر حيّاو الانبياء احياء فی قبورهم ولعل هذ هو الحكمته فی تعريف الموتتين ای المعروفتين المشهورتين الواقعتين لكل احد غير الانبياءؑ۔ (فتح الباری جلد ۷ ص ۲۲ طبع مصر)

ترجمہ: اور اس جواب سے احسن یہ ہے کہ کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایسی زندگی عطا ہوئی کہ پھر اس کے بعد موت نہیں ہے آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔اور غالباً یہی حکمت ہے کہ الموتتین کو معرف باللام لایا گیا ہے یعنی وہ مشہور ومعروف موتیں جو سوائے انبیاء علیہم السلام کے ہر ایک کے لئے متعین

ہیں۔علامہ عینیؒ نے بھی یہی فرمایا ہے۔(ملاحظہ ہو عمدۃ القاری جزء ۷ ص ۶۰۰)

صحیح بخاری کے یہ دونوں چوٹی کے شارحین ''الموتتین'' میں موت ثانیہ سے قبر کی موت مراد لیتے ہیں اور علامہ ابن حجرؒ اس کو احسن بتا رہے ہیں اور فرمایا ہے کہ اذاقت موت کے بعد پھر کوئی موت حضرت ﷺ پر قبر میں طاری نہیں ہوگی۔ بلکہ اس کے بعد آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔''موتتین'' پر دوسرے محدثین مثل علامہ عبدالحق محدث دہلویؒ، علامہ نورالحق محدث دہلویؒ اور علامہ سہارنپوریؒ کے اقوال ہم نے اپنی کتاب ''تعویذ المسلمین'' میں دے دیئے ہیں۔

خلاصۂ گفتگو یہ کہ شارحین حدیث کی تصریحات سے واضح ہو رہا ہے کہ قول صدیق اکبرؓ ''لا یذیقك الموتتین '' کی کوئی توضیح مسلک حق حیات انبیاء کے مخالف و معارض نہیں ہے۔ بلکہ اُن کا قول اور اسکی توضیح ہمارے عقیدے کی تائید و موافقت میں ہے۔الحمد لله علیٰ ذالك۔



صاحب مکائد کی سفاہت:

ہم نے اپنی کتاب ''تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین'' کے ص ۱۵۱ پر لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے جسم اطہر کے زمین پر آ جانے کو قرآن مجید میں ''خَرَّ'' کہا گیا ہے ''سَقَطَ'' نہیں کہا گیا۔ اور ''خَرَّ'' کا کلمہ قرآن مجید میں زندہ انسانوں کے جھک جانے اور گر جانے کے لئے ارشاد فرمایا گیا ہے۔اور پھر اس پر تقریباً آٹھ مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ صاحب الفتح المبین اس پر بڑے تلملائے۔جواب تو بن نہ سکا البتہ بے وقوفوں کی طرح کچھ نہ کچھ ہانک ضرور دیا۔لکھتے ہیں'' وتخر الجبال هدّا ''یعنی اگر گر جائے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر۔تو کیا صاحب شرور اینڈ کمپنی کے نزدیک پہاڑ بھی حیاتِ دنیوی، حقیقی، حسی

کے ساتھ زندہ ہوتا ہے۔ (الفتح المبین ص ۱۶۱) دراصل صاحب مکائد تعویذ المسلمین کی مضبوط گرفت اور دلائل سے بوکھلا گئے ہیں۔ ہم نے دعوے میں کہا تھا کہ جہاں لفظ "خـرّ" انسانوں کے ساتھ استعمال ہوا ہے تو وہ زندوں کے لئے ہی ہوا ہے۔ فرمایئے کیا آپ پہاڑوں کو انسان سمجھتے ہیں؟ یہ حالت ہے ان نام نہاد محققین کی کہ "سوال از گندم جواب از چنا" کے مصداق ہو کر پھولے نہیں سماتے۔ جاہل ہونا اتنا بڑا جرم نہیں کیونکہ علم اللہ کی دین ہے۔ البتہ جہالت وسفاہت پر فخر کرتے ہوئے ہمیں اس بدقسمت جماعت پر ہنسی بھی آجاتی ہے اور تعجب بھی ہوتا ہے۔

ایک احمقانہ الزام اور جواب:

تعویذ المسلمین میں ہم نے لکھا ہے کہ اگر حیات کو تین حصوں میں منقسم کر دیا جائے تو بات آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکتی ہے۔

۱: بیداری: یہ حیات ظاہری ہے

۲: نیند: یہ حیات خفی ہے

۳: موت: یہ حیات اخفیٰ ہے

حضرت عیسیٰؑ کا مردوں کو زندہ کرنا "حیاتِ اخفیٰ" سے کھلی حیات کی طرف لے آنا ہے۔ لیکن کتابت کی غلطی سے "اخفیٰ" کی بجائے "خفی" آگیا۔ پس پھر کیا تھا صاحب مکائد خنثوں کی طرح تالیاں بجانے لگے۔ لو جی ہم نے پہلوان گرا دیا۔ عبارت کے اول و آخر کو چھوڑ کر اور صاحب کتاب کے بنیادی عقیدے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اگر ہم بھی ایسی گرفت کرنے لگ جائیں تو صاحب مکائد تو کیا اس کے بڑے بھی نہیں بچ سکیں گے۔ صاحب مکائد یوں الزام دیتے ہیں "یہاں پر صاحب شرور نے دو کفر بکے ہیں، ایک تو قرآن پاک کی آیت کی تحریف کی ہے (کونسی آیت کی تحریف؟ مگر یہ نہ پوچھیئے، سلفی) اور

دوسرا حضرۃ عیسیٰ کے معجزہ کا صریح انکار کیا ہے۔اور یہ ''لکھ مارا ہے'' (سبحان اللہ کیا اردو ادب ہے۔سلفی) کہ گویا حضرت عیسیٰ نیند والوں کو بیدار کرتے تھے الخ۔ہم نے نہ تو قرآن مجید کی کسی آیت کی تحریف کی اور نہ ہی حضرت عیسیٰ کے معجزے کے منکر ہوئے۔اس قسم کے جملہ سیاہ کرتوت آپ کو نصیب ہوں۔بات صرف اتنی ہے جس کا اظہار ہم کر چکے کہ کمپوزنگ کی غلطی سے ''اخفی'' کی جگہ ''خفی'' آگیا ہے۔اصل مسوّدہ دیکھا جا سکتا ہے وہاں ''اخفی'' ہے۔یعنی نہایت چھپی زندگی سے ظاہری حیات کی طرف آنا۔اور یہ بات ہم نے حضرت ملا علی قاریؒ کے اس قول کی روشنی میں کہی کہ انسان ازلی تو نہیں مگر ابدی ضرور ہے۔ پیدائش سے قبل یہ کچھ بھی نہ تھا مگر جب پیدا ہو جائے تو پھر یہ مرتا نہیں ہے بلکہ ایک سے دوسرے عالم میں منتقل ہوتا ہے۔انسان دنیا کے اعتبار سے مرتا ہے۔برزخ کے اعتبار سے زندہ ہوتا ہے۔اس حد تک زندگی ہوتی ہے کہ قبر میں عذاب وثواب کو محسوس کر سکے۔

مگر صاحب مکائد نے ہم پر محرف قرآن اور کفر کے فتوے دینے شروع کر دیئے اور کفر کے فتوؤں کا سبق انہیں گجرات سے ملا ہے۔یہ تو اہل علم جانتے ہیں کہ مسئلہ تکفیر تقلیدی نہیں ہوتا، تحقیقی ہوتا ہے۔اور اس جماعت جہلاء کے بانی جملہ اکابرین اہل سنت کو ''ابوجہل کا خاندان'' کہا کرتے تھے تو تلہ گنگ کے اس بہروپئے ورکر سے خیر کی کیا توقع ہے؟

فاعتبر یا اولی الابصار۔

مؤلف الفتح المبین نے اپنے مجموعہ مکائد کے ص ۱۷۰ سے ص ۱۸۰ تک اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کی مسلکی دستاویز المہند علی المفند کے خلاف زہر اُگلا ہے۔وہی پرانے گھسے پٹے اعتراضات اور جاہلانہ اشکالات جن کا ہم بارہا تفصیلی جواب دے چکے ہیں۔اور اب پھر یہاں اس پر بحث کرنا خالی از مقصد سمجھتے ہیں۔جو پروگرام صاحب مکائد کا ہے وہ ہمارا نہیں ہے یعنی بے تکی ابحاث سے کتابوں کا پیٹ بھرنا۔قاضی شمس الدین صاحب کی

المسالک العلماء سے جو بحث صاحب مکائد نے چرائی ہے اس کا جواب بھی ہم اور ہمارے اکابر دے چکے ہیں۔ المہند پر اعتراضات مماتیوں کے وہی چبے چبائے لقمے ہیں۔ مثلاً اس میں حیات دنیوی کہا گیا ہے اور برزخی سے انکار کیا گیا ہے نیز آبِ حیات بطور ثبوت پیش کی گئی ہے جبکہ آبِ حیات کے مصنف مولانا محمد قاسم نانوتویؒ وفات کے قائل نہیں ہیں (العیاذ باللہ) اس کا جواب بتفصیل ہم نے لطمۃ الحق میں دیا ہے کہ حیات دنیوی سے مراد فقط یہ ہے کہ آپ کے دنیاوی جسم اطہر کے ساتھ روح مبارکہ کا تعلق ہے اور اسی تعلق کی بناء پر آپ ﷺ روضے پر پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام سماعت فرماتے ہیں۔ اور حضرت نانوتویؒ پر ان گلابی نام نہاد دیوبندیوں کا الزام بھی سراسر دھوکہ بازی اور بُغض پر مبنی ہے۔ کیونکہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا کیفیت وفات میں تفرد ہے نفسِ موت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ان جہلاء نے حضرتؒ کی کتب اور آپ کی عبارت کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ اسی طرح صاحب مکائد نے حدیث ''مَن صَلّٰی عَلَيَّ عِندَ قبری'' پر بھی قلم کو ناجائز رگڑا دیا ہے۔ ہم نے تعویذ المسلمین میں اس پر مفصل بحث کر کے صحیح ثابت کیا ہے۔ مولانا حسین علی واں بھچرویؒ اور مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ کے حوالہ جات بھی اس ضمن میں پیش کئے۔ حتیٰ کہ مولانا غلام اللہ خان صاحب نے بھی حضرو کی ایک تقریر مین یہ حدیث پڑھی اور اس پر تقریر کی۔ علاوہ ازیں متقدمین ومتاخرین علماء کرام کے حوالہ جات سے اپنے دعوے کو مضبوط کیا۔ مگر صاحب مکائد ان سب حقائق سے منہ چھپا گئے اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کا حوالہ جو ہم نے مولانا عبدالمعبود صاحب کی مرتب کردہ ''سوانح شیخ القرآن'' سے پیش کیا ہے۔ اس کو پڑھ کر تو صاحب مکائد گویا لباس مجازی سے نکل کر ''لباس فطری'' میں آگئے۔ چنانچہ لکھتے ہیں ''شیخ القرآن کا عقیدہ مولوی عبدالمعبود مستور الحال سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے'' (ص ۱۸۲) ...... مولانا عبدالمعبود صاحب نے چونکہ سوانح مرتب کرتے

ہوئے دیانت و خدا خوفی کا مظاہرہ کیا ہے اور اصل حقائق عوام کے سامنے پیش کر دیئے چنانچہ وہ مستور الحال ٹھہرے اور صاحب مکائد جن کے مجموعہ مکائد کے ایک ایک جملے سے مٹی کے تیل کی بد بو آتی ہے۔ان پر تو ایسا حال طاری ہے کہ سو فیصد دھوکہ اور فراڈ کر کے بھی ان کی شان ولائیت وصداقت میں فرق نہیں آتا۔

صاحب مکائد کی ''زعفرانی تحاریر'' سے آنے والی نسلوں میں بھانڈ اور میراثیے تو استفادہ کر سکیں گے، اہل علم اور سلیم الفطرت قطعاً نہیں۔فاعتبروا یا اولی الابصار۔

صاحب مکائد نے حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ کی رحمت کائنات سے ایک واقعہ پر المسلک المنصور میں شدید بدتمیزی سے تبصرہ کیا تھا۔ہم نے اس کا جواب تعویذ المسلمین میں دے دیا۔لیکن ان دوستوں کو تب تک چین نہیں ملتا جب تک اپنے اکابر پر ''آوازِ سگاں'' کا شوق پورا نہیں کر لیتے۔چنانچہ صاحب مکائد نے لکھا ہے''صاحب شرور کے ایک بزرگ نے یہاں تک لکھ مارا کہ غالیوں کا ایک مردہ کفن چور کے پیچھے بھاگتا ہوا گھر میں جا گھسا۔اور سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک بیٹا بھی دیا (ص ۷۳) اور پھر بریکٹ میں راقم الحروف پر یوں بھڑاس نکالی ہے''(عادات وخصائل سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید صاحب شرور کا تعلق اسی کی نسل سے ہے۔اس لئے اب تک بیچارے اپنے باپ کی پہچان میں تردد میں ہے، جیسا کہ اِس کتاب کے انتساب سے ظاہر ہے)''

الجواب:

راقم الحروف نے اپنی کتاب ''تعویذ المسلمین'' کا انتساب چونکہ اپنی والدہ ماجدہ کے نام کیا تھا۔صاحب مکائد اسی پر یہ زہر اُگل رہے ہیں۔جہاں تک راقم کے متعلق انہوں نے لب کشائی کی ہے اس کا جواب میرے پاس فقط اتنا ہے''جواب جاہلاں باشد خاموشی'' باقی نادان مؤلف کا قاضی صاحبؒ کو طعنہ دینا کہ انہوں نے یہ واقعہ ''لکھ مارا'' ہے (یہ

''لکھ مارا'' بھی مماتی اردوادب کا شاہکار ہے) انتہائی کذب پر مبنی ہے کیونکہ انہوں نے یہ واقعہ علامہ ابن جوزیؒ کی کتاب ''المنتظم'' سے لیا ہے جیسا کہ تعویذ المسلمین میں اس کی وضاحت ہوچکی ہے۔ نیز کتابوں میں کئی ایک واقعات ایسے ملتے ہیں کہ کسی آدمی پر سکتہ طاری ہوا اور اس کو مردہ سمجھ کر دفن کر دیا گیا بعدازاں ہوش میں آجانے پر اس کو قبر سے نکالا گیا۔ ممکن ہے یہ واقعہ اسی نوعیت کا ہو۔ کیونکہ اس قسم کے واقعات ملتے ہیں۔ مثلاً صاحب فوائد الفواد نے لکھا ہے'' ایک مرتبہ ناصرالدین لبستیؒ بیمار ہوئے اور اس بیماری میں آپ کو مرض سکتہ ہوگیا، اعزاء اقرباء نے آپ کو مردہ تصور کر کے دفن کر دیا۔ رات کے وقت آپ کو ہوش آیا، خود کو مدفون دیکھا، سخت متحیر ہوئے، اس حیرت و پریشانی واضطراب میں آپ کو یاد آیا کہ جو شخص حالت پریشانی میں چالیس مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اضطراب کو رفع کرتا ہے اور تنگی فراخی سے بدل جاتی ہے۔ چنانچہ آپ نے سورۂ یٰسین پڑھنی شروع کی۔ ابھی انتالیس مرتبہ پڑھ چکے تھے کہ ایک کفن چور نے کفن چرانے کی نیت سے آپ کی قبر کھودی، امام نے اپنی فراست سے معلوم کیا کہ یہ کفن چور ہے۔ چالیسویں مرتبہ آپ نے بہت دھیمی آواز سے پڑھنا شروع کیا کہ دوسرا شخص نہ سن سکے ادھر آپ نے چالیسویں مرتبہ پورا کیا ادھر کفن چور بھی اپنا کام پورا کر چکا تھا۔ آپ اٹھ کر قبر سے باہر آئے کفن چور اس قدر ڈرا کہ اس کا دل پھٹ گیا اور چل بسا۔ امام ناصرالدین کو خیال ہوا کہ اگر میں فوراً شہر چلا جاؤں تو لوگوں کو سخت پریشانی وحیرت وہیبت ہوگی۔ پس آپ رات کو ہی شہر میں گئے اور ہر محلّہ کے دروازے کے آگے پکارتے تھے کہ میں ناصرالدین لبستی ہوں۔ تم لوگوں نے مجھے سکتہ کی حالت میں دیکھ کر غلطی سے مردہ تصور کیا اور دفن کر دیا۔ میں زندہ ہوں، اس واقعہ کے بعد امام ناصرالدین نے قرآن کریم کی تفسیر لکھی۔

(بحوالہ'' کتابوں کی درسگاہوں میں'' ص ۱۶۴)

اسی کتاب ''کتابوں کی درسگاہوں میں'' اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی درج ہے۔ نیز شیعہ مذہب کے ایک مشہور عالم ابو علی فضل بن حسن طبرسی کے متعلق بھی مشہور ہے کہ وہ سکتے کے مرض میں دفن کیے گئے بعد ازاں باہر نکالے گئے اور انہوں نے ''مجمع البیان لعلوم القرآن'' کے نام سے تفسیر بھی لکھی۔ بہر حال ایسے واقعات کا عقائد سے تعلق نہیں ہوتا بلکہ جب اس عنوان پر کلام ہوتا ہے تو ذوقی طور پر ان واقعات کو علماء کتابوں میں لاتے ہیں۔ اور صاحب مکائد جیسے اجہل واشر الناس مذاق اڑا کر اپنا منہ کالا کرتے ہیں۔

صاحب مکائد نے اپنی کتاب کے آخر میں وہی غیر متعلقہ آیات پھر پیش کی ہیں جن کا جواب ہم نے تعویذ المسلمین کی آخری بحث میں دیا ہے۔ اور مسئلہ سماع کی بحث میں مسئلہ استمداد لے آئے۔ جن کا نہ ان کے دعوے سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہمارے عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام سے۔

صاحب مکائد سے ایک سوال:

مسئلہ سماع کی بحث میں تفسیر جواہر القرآن میں زبردست تضاد پایا جاتا ہے۔ ذرا اپنے بڑوں کی منت سماجت کر کے اس کی وضاحت کریں۔ جواہر القرآن جلد اول ص ۱۹ میں ہے کہ ''سماع موتی ضعیف حدیثوں سے ثابت ہے'' جبکہ سورہ الروم ص ۹۰۲ میں ہے کہ ''قائلین سماع بھی صحیح حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں''۔

توہین علماء کا الزام:

ہم نے تعویذ المسلمین میں لکھا ہے کہ سماع موتی کے انکار میں مماتی برادری جتنی آیات قرآنی کا سہارا لیتی ہے وہ سب کی سب آیات غیر متعلقہ ہیں۔ (ابتداءً ہم اس پر بحث کر آئے ہیں اور سیدہ عائشہ ؓ کے مسلک پر بھی خامہ فرسائی کی گئی ہے) صاحب الفتح المبین نے ہمیں توہین علماء کا مرتکب قرار دیا ہے۔ ہمیں اس پر صفائی دینے کی کوئی ضرورت نہیں

جاننے والے بخوبی جانتے ہیں کہ اہل حق کی توہین کون کر رہا ہے اور ان کے مسلک حقہ کا دفاع کس کے مقدر میں ہے؟ باقی یقین جانئے ہم ایک بار پھر پورے چیلنج سے دعویٰ کرتے ہیں کہ جناب من آپ کی پیش کردہ آیات کا آپ کے نام نہاد اور اختراعی عقیدے کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں ہے۔ علامہ عبدالحئی لکھنویؒ کا قول گذشتہ صفحات میں گذر چکا اور دیگر مفسرین کے حوالہ جات بھی۔ لیجئے سنن نسائی پر علامہ سندھیؒ کا حاشیہ پڑھ لیجئے۔ آپؒ علامہ سیوطیؒ کا ایک قول ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں ''والمراد انك لاتجعلهم منتفعين بما يسمعون منك كالموتىٰ والحديث لا يخالفه ولا يثبت الانتفاع للميت وباالجملته فاالحديث صحيح وقد جاء بطريق فتخطئته غير متجهة والله تعالىٰ اعلم ''(حاشیہ امام سندھی علیٰ نسائی جلد اول ص ۲۹۳ سطر نمبر ۱۹)

ترجمہ: اور آیت کفار کے متعلق ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ اے نبی ﷺ آپ ان کفار کو اپنی باتوں سے منتفع نہیں بنا سکتے مُردوں کی طرح اور حدیث قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ مُردے کے لئے نفع ثابت نہیں ہے۔ خلاصہ کلام حدیث (ابن عمرؓ) صحیح ہے اور دیگر اصحاب سے بھی مروی ہے پس سیدہ عائشہؓ کا ابن عمرؓ کو خطا کار ٹھہرانا مناسب نہیں۔

مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کا رجوع:

صاحب مکائد کہتے ہیں کہ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ نے لکھا ہے کہ ''حنفیہ سماع موتیٰ کا انکار کرتے ہیں اور حضرت عائشہؓ کا یہی مذہب ہے'' الخ۔ لیکن صاحب مکائد کو علم ہونا چاہیے کہ یہ مفتی صاحبؒ کی علمی لغزش تھی انہیں ایمان (یعنی قسمیں) کے مسئلے پر غلط فہمی ہوئی ہے کہ مُردے نہیں سنتے۔ چونکہ قسموں کا مدار عرف پر ہے۔ نیز مفتی صاحبؒ کے ان الفاظ سے اُن کا رجوع ثابت ہوتا ہے ''اور یہ اختلاف صحابہؓ کے زمانے سے ہے۔ بہت سے آئمہ سماع موتیٰ کے قائل ہیں اور حنفیہ کی کتب میں بعض مسائل ایسے

مذکور ہیں جن سے عدم سماع معلوم ہوتا ہے مگر امام صاحبؒ سے کوئی تصریح اس بارہ میں نقل نہیں کرتے''(فتاوٰی دارالعلوم دیوبند جلد پنجم ص ۴۶۱)

صاحب مکائد نے اپنے مجموعہ مکائد مسمی بہ الفتح المبین کا خاتمہ حضرت علامہ مولانا محمد اسماعیل محمدی مدظلہم کے خلاف زہر اگلنے پر کیا ہے۔علامہ محمدی صاحب چونکہ اس وقت دور حاضر کے معتزلہ کے سینوں پر مونگ دَل رہے ہیں۔کامیاب مناظروں اور علمی تقریروں سے ان کی نیندیں حرام ہوگئیں ہیں اور آپ نے'' تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین'' پر جو مقدمہ لکھا ہے وہ انہیں بالکل ہضم نہیں ہوسکا اور یوں ذاتیات پر کیچڑ اچھال کر یہ اپنے سینے کا ابال نکال رہے ہیں۔معتزلیہ جو گھٹیا زبان ہمارے خلاف استعمال کرتے ہیں۔اس کا جواب دینے کے لئے نہ ہمارے پاس وقت ہے اور نہ ہمیں زیب دیتا ہے۔ہاں خالص علمی و تحقیقی انداز میں کوئی اپنا نقطہ نظر پیش کرتا ہے تو ہم بھی پیش کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ہم نے الفتح المبین میں موجود جو باتیں قابل جواب تھیں ان کا جواب دے دیا ہے اور دیگر مغلظات و بکواسات کی طرف بالکل توجہ نہیں کی۔اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر گامزن رکھے اور عصر حاضر کے تمام فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائے آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

خاکپائے اہل سنت

محمد عبدالجبار سلفی

خطیب جامع مسجد ختم نبوت کھاڑک

ملتان روڈ لاہور۔

مصنف کی دیگر کتب

☆ لطمة الحق

منکرین حیات النبیؐ کے رسالہ ''کلمہ حق'' کا دندان شکن جواب

☆ سیف سراجیہ برفتنہ مماتیہ

عقیدہ حیات النبیؐ کے متعلق خانقاہ سراجیہ کندیاں سے
حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ کی یادگار تحریر

☆ القول المعتبر فی حیات خیر البشر

مماتی فرقہ کے پندرہ اعتراضات کے جوابات

☆ جنازۃ الرسولؐ اور صحابہ کرام

☆ ماہ رجب کے کونڈوں کی حقیقت

☆ سوط العذاب علی العنید الکذاب

ایک غالی مماتی کے جواب میں

☆ مناظرہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

☆ نجوم ہدایت